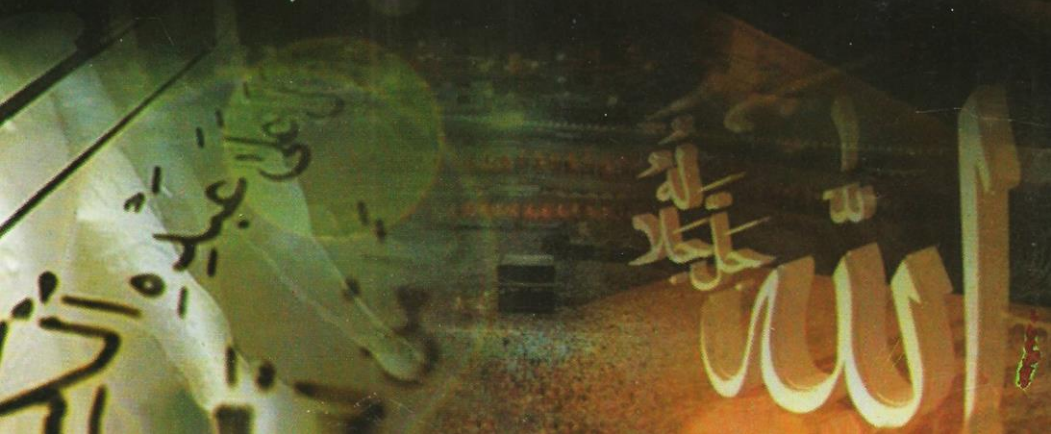


انسان اور نیکی

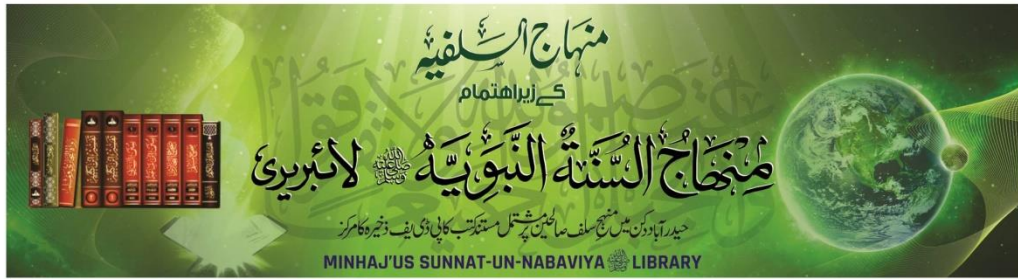
گناہ چھوڑنے اور نیکی کرنے کے انعامات
(قرآن وحدیث اور سچے واقعات کی روشنی میں)

archive.org/details/@minhaj-us-sunnat

حَافِظُ مَبَشِّرِ حُسَيْنٍ ۝ حَفِظَهُ ٱللَّهُ



archive.org/details/@minhaj-us-sunnat



معزز قارئین توجہ فرمائیں

منہاج السنۃ (minhaj-us-sunnat) پر دستیاب تمام پی ڈی ایف کتب (PDF) قارئین کے مطالعے کے لیے اور دعوتی و اصلاحی مقاصد کے لیے اپلوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔

تنبیہ

کسی بھی پی ڈی ایف کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے، اور ان پی ڈی ایف کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں۔

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ کے لیے درج ذیل لنک پر رابطہ فرمائیں:



archive.org/details/@minhaj-us-sunnat

انسان اور نیکی

گناہ چھوڑنے اور نیکی کرنے کے انعامات
قرآن وحدیث اور سچے واقعات کی روشنی میں

حافظ مبشر حسین

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی-۲

نام کتاب	:	انسان اور نیکی
تالیف	:	حافظ مبشر حسین
ناشر	:	اریب پبلیکیشنز
صفحات	:	184
سن اشاعت	:	2013
قیمت	:	

INSAN AUR NEKI

Hafiz Mubashshir Husain

ناشر

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی - ۲

فون: 23284740، 23282550، 43549461

free download facility for DAWAH purpose only



فہرست مضامین

- | | | |
|----|--|---|
| 11 | حرفِ آغاز | ✽ |
| 13 | مقدمۃ الكتاب | ✽ |
| 13 | آپ کس راستے پر چلنا پسند کریں گے؟ [نیکی کے راستے پر یا گناہ کے؟] | ✽ |
| 16 | دعوت الی الحق کی مشکلات | ✽ |
| 19 | گناہ میں کشش زیادہ کیوں؟ | ✽ |
| 20 | عقل اور نفس کی حقیقت | ✽ |
| 22 | انسان کی حقیقت | ✽ |
| 23 | خیرو بھلائی کا حصول کیسے ممکن ہے؟ | ✽ |
| 24 | گناہ میں مزہ کیوں آتا ہے؟ | ✽ |
| 25 | دامنی اور عارضی لذتوں کا فرق | ✽ |
| 26 | توبہ کا بہانہ اور ناکامی | ✽ |
| 27 | موت ایک اٹل حقیقت | ✽ |

- 28 ✱ آخرت کی تیاری
- 30 ✱ دنیا اور آخرت کی مثال
- 31 ✱ اسلامی طرز زندگی

نیکی کی حقیقت

باب 1

- 33 ✱ نیکی اور گناہ
- 33 ✱ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں!
- 34 ✱ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا نیکی اور حکم نہ ماننا گناہ ہے
- 36 ✱ اللہ کا حکم کیوں مانا جائے؟
- 38 ✱ اللہ کا حکم کیا ہے؟ [نیکی کے کاموں کی تفصیل]
- 38 ✱ توحید
- 39 ✱ حب رسول
- 39 ✱ نماز
- 39 ✱ روزہ
- 40 ✱ صدقہ و زکوٰۃ
- 40 ✱ حج و عمرہ
- 40 ✱ بیچ بولنا
- 41 ✱ حلال روزی
- 41 ✱ امانت و دیانت
- 41 ✱ عدل و انصاف
- 41 ✱ عفو و درگزر

نیکیوں کے فوائد و ثمرات

باب 2

- 44 ☆ نیکی کا فائدہ..... قرآن مجید کی روشنی میں
- 44 ☆ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہ ہوگا
- 44 ☆ نیکی کرنے میں خود انسان ہی کا فائدہ ہے
- 45 ☆ نیکی کرنے والوں سے دنیا اور آخرت میں نیک سلوک ہوگا
- 45 ☆ نیکی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں
- 46 ☆ نیکی کا ثواب (صلہ) بہت زیادہ ہے
- 47 ☆ نیکی کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں
- 47 ☆ اللہ کی اطاعت گزاری کرنے والوں کا رزق بڑھتا ہے
- 48 ☆ نیکی گناہوں کو مٹا دیتی ہے
- 48 ☆ نیک کام کرنے سے اللہ کی بخشش حاصل ہوتی ہے
- 48 ☆ نیک لوگوں کو روز قیامت کوئی خوف نہ ہوگا
- 48 ☆ نیک لوگ ہی جنت اور پاکیزہ زندگی حاصل کریں گے
- 50 ☆ نیکی کرنے کا فائدہ..... احادیث کی روشنی میں
- 50 ☆ جیسی نیکی ویسا صلہ!
- 51 ☆ دوسروں سے نیکی کرنا مسلمان کی پہچان ہونی چاہیے
- 51 ☆ دنیا میں اللہ کا گھر بناؤ اللہ تمہارا گھر جنت میں بنائیں گے
- 52 ☆ نیک نیت ہی امتحان میں کامیاب ہوا!
- 55 ☆ مشکل کے وقت ایک نیکی کام آگئی!
- 57 ☆ صدقہ خیرات کرنے والے کی نیکی مدد.....!

- 59 ❁ ایک نیکی بخشش کا ذریعہ بن گئی.....!
- 60 ❁ اللہ سے خوف کا اظہار..... اور تمام گناہ معاف!
- 61 ❁ جانور پر رحم کیا..... اللہ نے جنت عطا کر دی!
- 63 ❁ صدقہ و خیرات سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں!
- 63 ❁ صدقہ و خیرات سے گناہ معاف اور عذاب سے نجات مل جاتی ہے!
- 64 ❁ معمولی نیکی اور ستر ہزار فرشتوں کی دعائیں!
- 65 ❁ رزق میں فراخی اور عمر میں درازی کا نسخہ

نیکی کا انعام

باب 3

- 67 ❁ صداقت و امانت اختیار کرنے کے انعامات
- 70 ❁ صبر کا پھل میٹھا!
- 71 ❁ صبر کا انعام
- 73 ❁ تنگ دستوں سے حسن سلوک کا انعام
- 74 ❁ سچائی ہی ذریعہ نجات ہے!
- 85 ❁ تقویٰ کی برکتیں
- 89 ❁ ایثار کا انعام
- 90 ❁ نیکی کرنے والوں کو عرش کا سایہ ملے گا
- 92 ❁ حسن سلوک کا انعام!
- 97 ❁ امانت داری کا انعام
- 100 ❁ دیانت داری کا انعام

باب 4 نیکی کا انعام مرنے کے بعد... [جنت میں]

- 111 جنت میں داخل ہونے والا پہلا گروپ ❁
- 112 جنت کے مراتب ❁
- 115 جنت کی عمارتوں کی بلندی ❁
- 116 اہل جنت کا دسترخوان ❁

باب 5 نیکی اور گناہ کی لذتوں کا فرق!

- 119 برائی کی مثال ❁
- 120 نیکی کی مثال ❁
- 125 برائی میں لذت کیوں رکھی گئی ہے؟ ❁

باب 6 دنیا اور آخرت میں کام آنے والی نیکیاں

- 129 وضو کا فائدہ ❁
- 130 مسجد کی طرف نماز کے لیے جانا ❁
- 131 اذان کہنا اور اذان کا جواب دینا ❁
- 132 اذان کے بعد دعا ❁
- 133 نماز کی برکتیں ❁
- 134 جمعہ کی نماز ❁
- 135 نماز تہجد ❁
- 136 آمین کہنے کی فضیلت ❁
- 136 نفلی نمازوں کا ثواب ❁

- 137 ✻ بارہ نوافل کی فضیلت
- 137 ✻ ظہر کی سنتوں کی فضیلت
- 138 ✻ اللہ کے حضور سجدہ ریزی
- 138 ✻ درود پاک کی فضیلت
- 139 ✻ نماز کے بعد کا ذکر
- 139 ✻ شیطان سے حفاظت
- 140 ✻ ایک ہزار نیکیاں، اور ایک ہزار گناہ معاف
- 140 ✻ ہر دم اللہ کا ذکر
- 141 ✻ صدقہ و خیرات کا فائدہ
- 141 ✻ اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے کا فائدہ
- 142 ✻ یوم عرفہ (نوز و الحجہ) کا روزہ
- 142 ✻ حج و عمرہ کی فضیلت
- 143 ✻ علم دین کی فضیلت
- 144 ✻ قرآن پڑھنے اور قرآن پڑھانے والے کی فضیلت
- 144 ✻ تکلیف اور پریشانی پر صبر کی جزا
- 145 ✻ کفارہ مجلس کی دعا
- 145 ✻ اللہ کا خوف اور جہاد فی سبیل اللہ
- 146 ✻ اللہ کے خوف سے بننے والے آنسو
- 146 ✻ سلام اور منصفیہ کرنے والے
- 147 ✻ اللہ کی خاطر ملاقات کرنے اور محبت رکھنے والے
- 147 ✻ بیمار کی عیادت کرنے والا
- 148 ✻ یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا

- 148 ❖ والدین کی تابعداری کرنے والا
- 149 ❖ صلہ رحمی کا فائدہ
- 149 ❖ اخلاقِ حسنہ کے فوائد
- 150 ❖ محتاجوں کے کام آنا
- 151 ❖ قرض دار سے حسن سلوک
- 152 ❖ بیوگان اور مسکینوں سے تعاون کرنا
- 152 ❖ میت کی نماز جنازہ پڑھنا اور اسے دفن کرنا
- 153 ❖ زبان کا درست استعمال
- 154 ❖ عدل و انصاف کی اہمیت
- 155 ❖ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے والا
- 156 ❖ شرم و حیا رکھنے والا
- 156 ❖ نیکی کے ارادہ کرنے پر بھی ثواب ہے!
- 157 ❖ سچائی کی راہ اختیار کرنے والا
- 157 ❖ رزق پر شکر ادا کرنے والا
- 158 ❖ غلام (اور قیدی) آزاد کرنے کا ثواب
- 158 ❖ جنت کا خزانہ
- 159 ❖ بخار گناہوں کو دھو ڈالتا ہے!
- 160 ❖ مقبول دعا اور اس کی برکتیں
- 161 ❖ جنت میں لے جانے والے مختصر اور آسان کام

گناہ اور اس کے اثرات و نقصانات

باب 7

- 164 ❖ گناہ کی بلاکت خیریاں
- 170 ❖ گناہ انسان پر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں؟

- 170 ۱۔ علم سے محرومی ❁
- 170 ۲۔ رزق سے محرومی ❁
- 171 ۳۔ وحشت اور گھبراہٹ ❁
- 171 ۴۔ گناہوں کے ارتکاب سے عمر گھٹتی اور زندگی بے برکت ہوتی ہے ❁
- 171 ۵۔ ایک گناہ سے مزید گناہوں کا دروازہ کھل جاتا ہے ❁
- 172 ۶۔ قوتِ ارادی میں کمزوری ❁
- 172 ۷۔ کفار کی پیروی ❁
- 173 ۸۔ ضلالت و ذلت ❁
- 173 ۹۔ گناہ کا احساس ختم ہونا ❁
- 173 ۱۰۔ گرد و پیش پر اثرات ❁
- 174 ۱۱۔ عزت و توقیر کا خاتمہ ❁
- 174 ۱۲۔ لعنت کا مستحق ❁
- 176 ۱۳۔ دعاؤں سے محرومی ❁
- 177 ۱۴۔ غیرت و حمیت کا خاتمہ ❁
- 178 ۱۵۔ شرم و حیا کا خاتمہ ❁
- 178 ۱۶۔ خود فراموشی ❁
- 179 ۱۷۔ دائرہ احسان (نیکوکاری) سے اخراج ❁
- 180 ۱۸۔ نعمتوں کا خاتمہ ❁
- 181 ۱۹۔ تنہائی ❁
- 181 ۲۰۔ برکتوں کا خاتمہ ❁
- 181 خلاصہ کلام ❁



پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا، نیکی اور حکم نہ ماننا، گناہ کہلاتا ہے۔ نیکی اور گناہ کا باہم دامن چولی کا ساتھ ہے۔ انسانی زندگی میں ہر وقت نیکی اور گناہ کے درمیان کشمکش جاری رہتی ہے۔ اور کامیاب شخص وہ ہے جو اپنی خواہشات کو لگام دے کر گناہ پر قابو پالے، اور نیکی کی راہ اختیار کر لے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی اپنے بندوں سے یہی مطالبہ ہے کہ وہ نیک عمل کریں اور گناہوں سے ہر ممکنہ اجتناب کریں۔

انسان پیدائشی طور پر گناہوں سے مبرا و منزہ حالت میں پیدا ہوتا ہے، مگر خواہشاتِ نفس، شیطانی بہکاوے، طبعی کمزوریاں، اور حوادثِ زمانہ اسے گناہوں کا مرتکب بنا دیتے ہیں لیکن اگر انسان صبر و استقامت سے کام لے، اپنی خواہشات کو لگام دے، گناہ ہو جانے کے بعد توبہ و استغفار کی راہ اختیار کرے، تو وہ پھر سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

گناہ انسان کو جنت سے محروم کر دیتا ہے۔ گناہ ہی کی وجہ سے انسان کو جنت سے نکالا گیا، اس لیے جنت میں جانے کے لیے ضروری ہے کہ انسان گناہوں سے پاک ہو جائے۔ نیکیوں کا بھاری ترازو لے کر اللہ کے حضور پیش ہو۔

جس طرح گناہ کا ارتکاب انسان کے لیے ممکن ہے اسی طرح نیکی کی راہ اختیار کرنا بھی

انسان کے لیے ناممکن نہیں ہے۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ گناہوں میں ظاہری اور فوری لذت کی وجہ سے انسان اس کی طرف جلدی لپکتا ہے، جبکہ نیکی میں ظاہری مشقت اور مشکل کی وجہ سے انسان اس سے گریز کرتا ہے۔ زیر نظر کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ

☆..... نیکی کیا ہے؟

☆..... نیکی کا حصول اور نیک بننے کا طریقہ کار کیا ہے؟

☆..... نیک اعمال کی قبولیت کی صورت کیا ہے؟

☆..... گناہ میں لذت زیادہ ہے یا نیکی میں؟

☆..... دنیا اور آخرت میں کام آنے والی نیکیاں کون سی ہیں؟

☆..... گناہوں کو دھوڑالنے والی نیکیاں کون سی ہیں؟

☆..... نیکی کرنے کا دنیا میں کیا انعام ملتا ہے؟

☆..... نیکی کا آخرت میں کیا کیا انعام ملے گا؟

☆..... اس کے علاوہ صحیح احادیث میں مذکور ان نیکیوں کی بھی تفصیلات پیش کی گئی ہیں، جو بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں مگر ان کا اجر بہت زیادہ ہے۔

امید ہے یہ کتاب ایک گنہگار انسان کو نیک بننے اور ایک نیک انسان کو مزید نیکیاں کمانے کی رغبت دلائے گی، اور اگر اس کے ساتھ ہماری دوسری کتاب: ”انسان اور گناہ“ کو بھی مد نظر رکھا جائے تو زیادہ بہتر نتائج مترتب ہوں گے۔ ان شاء اللہ!

اللہ عمل کی توفیق دے اور ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

حافظ مبشر حسین

0300-4602878



مقدمۃ الکتاب

آپ کس راستے پر چلنا پسند کریں گے☆

[نیکی اور جنت کے راستے پر یا گناہ اور جہنم کے؟]

آپ تنہا سفر کر رہے ہیں چلتے چلتے آپ کے سامنے ایک دوراہا آ جاتا ہے جہاں سے ایک راستہ سخت، دشوار گزار، عمودا ہے اور پہاڑ کی بلندی کی طرف جا رہا ہے اور دوسرا راستہ نشیبی ہے اور آسانی سے طے ہو جانے والا ہے۔

پہلا راستہ جو دشوار گزار ہے اس میں ہر طرف پتھر اور کانٹے بکھرے ہوئے ہیں، قدم قدم پر گڑھے ہیں جن کی وجہ سے اوپر چڑھنا بھی مشکل ہے اور راہ طے کرنا بھی دشوار، لیکن اس پر حکومت کی طرف سے ایک کتبہ نصب ہے جس پر لکھا ہوا ہے کہ یہ راستہ اگرچہ دشوار گزار ہے اور اس پر چلنا تکلیف دہ ہے، لیکن یہی درست راستہ ہے جو بڑے شہر کو جاتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔

دوسرا راستہ ایک ہموار گزارگاہ ہے جس پر پھل دار درخت اور شگوفے سایہ فکن ہیں، دونوں جانب ہر قسم کی تفریحات، جنت، نگاہ اور فردوس گوش ہیں۔ جن کی وجہ سے دل کھینچا چلا جا رہا ہے، لیکن راستے کے سرے پر ایک انتخابہ آویزاں ہے کہ یہ راستہ انتہائی خطرناک اور مہلک ہے اور اس کے آخر میں ایک ایسا نشیب ہے جس میں یقینی موت آپ کی منتظر ہے۔

ایسی صورت میں آپ کون سا راستہ منتخب کریں گے؟

☆..... [یاد رہے کہ یہ مقدمہ مشرق وسطیٰ کے معروف عالم شیخ علی ططاوی کی کتاب: ”تعریف عام بدین الاسلام“ سے ماخوذ ہے۔ اس کا ترجمہ سید شبیر احمد نے ”الاسلام“ کے نام سے کیا ہے۔

فحزائم اللہ خیر الحزراء]

بے شک انسانی طبیعت دشوار کے مقابلے میں آسان راہ کی طرف مائل ہوتی ہے اور مشقت و تکلیف کی بجائے سہولت و آرام کو پسند کرتی ہے، نفس انسانی قید و بند کے مقابلے میں آزادی کا دلدادہ ہے اور یہی وہ انسانی فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔

اس لیے اگر انسان کو اپنی خواہشاتِ نفس کی تکمیل کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے اور وہ ان کے پیچھے لگ جائے تو ظاہر ہے وہ دوسرا راستہ ہی اختیار کرے گا۔ لیکن ایسے تمام مواقع پر عقل آڑے آ جاتی ہے اور موازنہ کرتی ہے کہ وقتی اور فوری لذت و راحت جس کا انجام طویل رنج و غم اور تکلیف ہو، اچھی ہے یا وہ عارضی اور وقتی تکلیف و مشقت جس کے بعد نہ ختم ہونے والی راحت اور لذت ہو، وہ بہتر ہے؟ بالآخر وہ پہلا راستہ اختیار کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

یہی مثال جنت یا دوزخ کی طرف جانے والے راستوں کی ہے۔ دوزخ کے راستے میں ہر وہ چیز موجود ہے جو لذیذ اور مرغوب ہے، انسانی طبیعت ان کی طرف مائل ہوتی ہے اور خواہشاتِ نفسانی انسان کو ان کی طرف دھکیلتی ہیں۔ اس راہ میں حسن و جمال اور اس کی فتنہ آفرینیاں ہیں۔ شہوانی خواہشات کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور فوری لذت حاصل ہوتی ہے۔ اس راستے میں ہر طریقے سے مال حاصل کرنے کا جواز ہے۔ اور مال و دولت ایسی چیز ہے جو ہر شخص کو مرغوب و مطلوب ہے!

اس میں ہر قسم کی آزادی اور آوارگی کی سہولت ہے اور کون ہے جو آزادی کو پسند نہیں کرتا اور پابندیوں سے بیزار نہیں.....!

اس کے برعکس جنت کے راستے میں ہر طرح کی مشقت اور دقت ہے۔ پابندیاں اور رکاوٹیں ہیں۔ نفس سے جنگ کرنا اور خواہشات سے کنارہ کش ہونا پڑتا ہے، لیکن اس وقتی مشقت جو اس راہ میں برداشت کرنا پڑتی ہے، کا صلہ آخرت میں دائمی لذت اور ابدی راحت

کی صورت میں ملتا ہے۔ اور جہنم کے راستے کی عارضی لذتوں کا شرہ دوزخ کا نہ ختم ہونے والا عذاب ہے۔ اس کی مثال بالکل اس طالب علم کی سی ہے جو امتحان کے دنوں میں رات کے وقت جبکہ گھر کے باقی تمام افراد ٹی وی کے سامنے بیٹھے دلچسپ پروگراموں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں، سب سے الگ تھلگ اپنی کتابوں اور کاپیوں میں غرق، محنت کی مشقت برداشت کر رہا ہو، تاکہ اس کا نتیجہ کامیابی کی راحت کی صورت میں برآمد ہو یا اس کی مثال اس مریض کی سی ہے جو چند دن اچھے اور مزے دار کھانوں سے پرہیز کی زحمت برداشت کرتا ہے اور انجام کار اسے صحت کی نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے دو راستے رکھے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہر انسان کو جاہل ہو یا عالم، بچہ ہو یا بڑا، ایک ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے جس کے ذریعے سے وہ خیر و شر اور اچھے برے میں فرق و امتیاز کر سکتا ہے۔

ہر انسان کا ضمیر نیک کام کر کے راحت محسوس کرتا ہے اور بدی کے ارتکاب سے آزرده ہوتا ہے، بلکہ یہ ملکہ تو حیوانات تک میں موجود ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کسی بلی کو آپ اپنی خوشی سے گوشت کا ٹکڑا دیتے ہیں تو وہ بڑے اطمینان سے آپ کے سامنے ہی اسے کھانے لگتی ہے لیکن اگر یہی ٹکڑا اس نے چھین کر یا چرا کر لیا ہو، تو اسے لے کر کہیں دور چلی جائے گی اور بڑی تیزی سے اسے کھانے کی کوشش کرے گی اور آپ کی طرف دیکھتی بھی جائے گی کہ آپ کا رد عمل کیا ہے، کہیں آپ اس تک پہنچ کر یہ ٹکڑا اس سے چھین نہ لیں۔

کیا اس کے صاف معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ جانتی ہے، گوشت کا وہ ٹکڑا جو آپ نے خود دیا تھا اس پر اس کا حق ہے اور دوسرا جو وہ جھپٹ کر لے گئی ہے ناجائز ہے؟

کیا یہ اس بات کی واضح دلیل نہیں ہے کہ ایک بلی بھی حق و باطل اور حلال و حرام میں فرق محسوس کرتی ہے؟

اسی طرح کتاب جب کوئی اچھا کام کرتا ہے تو اپنے مالک کے قریب آ کر اس کا جسم چھوتا اور پیر چاٹتا ہے۔ گویا اس سے اپنے کام کا صلہ مانگ رہا ہے اور جب کوئی غلطی کر گزرتا ہے تو مالک کے قریب بھی نہیں آتا بلکہ دور کھڑا دم ہلاتا رہتا ہے، گویا غلطی پر معذرت خواہ ہے یا سزا کا منتظر ہے۔

قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَهَذِيْنَةُ النَّحْدَيْنِ﴾ [البلد: ۱۰]

”کیا (نیکی اور بدی کے) دونوں نمایاں راستے ہم نے انسان کو نہیں دکھادیئے۔“

اللہ تعالیٰ نے جنت کے راستے پر اپنے داعی اور نقیب کھڑے کر رکھے ہیں جو اس طرف بلاتے ہیں اور اس راہ میں راہنمائی کرتے ہیں۔ یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اسی طرح دوزخ کے راستے کے داعی اور نقیب شیاطین ہیں جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے علماء کرام کو انبیاء کا وارث بنایا ہے۔ یہ لوگ انبیاء سے وراثت میں مال و دولت نہیں لیتے بلکہ ان کی میراث علم اور دعوت الی الحق ہے۔ علماء میں سے جو افراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے اس دعوت کا حق راکرتے ہیں وہ واقعی اس شرف وراثت کے مستحق ہیں۔

دعوت الی الحق کی مشکلات:

یہ دعوت درحقیقت ایک مشکل کام ہے۔ انسان کا نفس طبعاً آزادی پسند ہے اور دین اس کا آزادی محدود کر دیتا ہے۔ انسان ہر قسم کے لطف و عیش کا دلدادہ ہے لیکن مذہب کی پابندیاں آڑے آ جاتی ہیں اور ایک حد سے آگے بڑھنے سے روکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص فسق و گناہ کی دعوت دیتا ہے تو یہ دعوت طبع انسانی کے موافق ہوتی ہے اور انسان اس کی طرف اس طرح بہتا ہوا اور لپکتا ہوا اچلا جاتا ہے جس طرح پانی بلندی سے ڈھلان کی طرف بہتا ہے۔

اگر آپ بلندی پر پانی کے کسی ذخیرے میں سوراخ کریں تو آپ کے دیکھتے دیکھتے پانی اس میں سے بہہ کر نشیب میں جمع ہو جائے گا لیکن اسی پانی کو دوبارہ واپس بلندی پر پہنچانا چاہیں تو ظاہر ہے یہ کام آسانی سے نہ ہوگا، اس کے لیے آپ کو پمپ استعمال کرنا پڑے گا اور کافی محنت اور خرچ سے یہ کام انجام پائے گا۔

پہاڑ کی چوٹی پر اٹکا ہوا پتھر نیچے کی طرف لڑھکانے اور گرانے کے لیے زیادہ زور یا مشقت کی ضرورت نہیں، ذرا چھیڑ دیجیے خود بخود نیچے کی طرف لڑھکتا چلا جائے گا لیکن اگر اسی پتھر کو واپس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچانا چاہیں تو مشقت برداشت کرنا ہوگی۔ یہی مثال انسان پر بھی صادق آتی ہے۔

آپ سے جب ایک بدکردار دوست یہ کہتا ہے کہ آج فلاں جگہ ایک حسینہ کا عریاں رقص ہو رہا ہے تو آپ کی طبیعت فوراً اس طرف مائل ہوگی۔ خواہشاتِ نفسانی ادھر جانے پر اُکسائیں گی، ہزاروں شیطان آپ کو جانے پر مجبور کریں گے اور آپ اس طرح کھینچے چلے جائیں گے کہ آپ کو پتہ بھی نہیں چلے گا اور آپ رقص گاہ کے دروازے پر پہنچ چکے ہوں گے.....!

اب اگر کوئی ناصح یہ چاہے کہ آپ وہاں سے واپس لوٹ جائیں تو آپ کے لیے اس کی نصیحت ماننا، اپنے نفس کا مقابلہ کرنا اور دل کی خواہش کو رد کرنا خاصا مشکل کام ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ برائی کی طرف دعوت دینے والوں کو کوئی خاص زحمت نہیں اٹھانا پڑتی اور انسان شیطان کے دامِ فریب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس بھلائی اور خیر کی طرف بلانے والوں اور نصیحت کرنے والوں کو بڑی مشقت اور تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے۔

بدی کی طرف بلانے والوں کے پاس ہر وہ سامان موجود ہے جس کی طرف نفس انسانی راغب ہوتا ہے۔ ننگی عورتیں ہیں، بری خواہشات کی تسکین ہے، لذت کا مودہن ہے، فردوس

گوشِ وحی نگاہ ہے، قلب و نظر اور جسم و نفس کے لیے ہر طرح کی لطف اندوزی کا انتظام و اہتمام موجود ہے۔

دوسری طرف خیر کی دعوت دینے والے کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں کہ ”یہ نہ کرو!“ ”وہ نہ کرو.....!“

آپ کو ایک جوان لڑکی ایسی حالت میں نظر آتی ہے کہ اس کے مراکزِ حسن جاذبِ نگاہ ہیں، صائح آپ سے کہے گا اپنی آنکھیں بند کرو اور ادھر نہ دیکھو.....!

اسی طرح ایک تاجر صاف دیکھ رہا ہے کہ سودی کاروبار میں بغیر کسی محنت و مشقت کے اسے نفع حاصل ہو سکتا ہے، اس کا جی اس نفع کی خاطر لپچائے گا، لیکن داعی الی الخیر کہے گا کہ یہ ناجائز ہے، اس کا لالچ نہ کرو اور متوقع نفع چھوڑ دو۔ یعنی جو مال فوراً حاصل ہو رہا ہے، اسے ہاتھ نہ لگاؤ اور نقصان اٹھاؤ۔

ایک ملازم اپنے ساتھی کو رشوت لیتے اور ایک منٹ میں چھ ماہ کی تنخواہ کے برابر مال حاصل کرتے دیکھتا ہے، پھر عالمِ تصور میں اسے نظر آتا ہے کہ وہ خوش حال ہو گیا ہے اور مدت سے رکی ہوئی اپنی ضرورتیں بڑی آسانی سے پوری کر رہا ہے۔ اسی حالت میں حضرت صائح آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ایسا نہ کرو اور یہ فوائد جو اس نے حاصل کیے ہیں تم ان کے قریب بھی نہ جانا۔ صائح کہتا ہے کہ ان یقینی اور فوراً حاصل ہو سکنے والی لذتوں کی طرف نہ دیکھو تا کہ تمہیں مستقبل کی غیر مرئی لذتیں حاصل ہوں۔ یہ جو کچھ سامنے نظر آ رہا ہے اسے نہ نظر آنے والے اور نہ محسوس ہونے والے فوائد کی خاطر ہاتھ نہ لگاؤ۔ اپنے نفس اور دل کا کہا نہ مانو بلکہ ان کی مخالفت کرو۔

ظاہر ہے یہ سب طبعِ انسانی پر گراں گزرے گا۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ دین اور اس کے احکام گراں اور گراں بار ہیں۔ خود قرآن مجید میں اس کو قولِ ثقیل کہا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سَنَلْقَىٰ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا﴾ [المزمل: ۵]

”(اے محمد!) ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔“

گناہ میں کشش زیادہ کیوں؟

واقعہ یہ ہے کہ فضیلت اور بلند مرتبہ پر پہنچانے والا ہر عمل نفسِ انسانی پر گراں گزرتا ہے، طالب علم کا ٹیلی ویژن چھوڑ کر کتابیں پڑھنے پر توجہ دینا نفسِ پر گراں گزرتا ہے۔ ایک عالم کا عیش و تفریح کی محفل چھوڑ کر پڑھانے کے کام میں جُت جانا طبیعت کے لیے ناگوار ہے۔ صبح کے وقت میٹھی نیند میں محمور شخص کا آرام دہ بستر چھوڑ کر نماز کے لیے اٹھنا طبعِ انسانی پر بوجھ بنتا ہے۔ اسی طرح اپنے گھریباور اہل و عیال کو چھوڑ کر جہاد کے لیے جانا تکلیف دہ کام ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کو گناہ کی طرف مائل لوگ نیک لوگوں سے زیادہ نظر آئیں گے۔ غفلت کے مارے اور گمراہی میں بھٹکے ہوئے افراد کی تعداد ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہے، جو اللہ کو یاد کرتے اور سیدھے راستے پر چلتے ہیں۔ یہ اس بات کا مین ثبوت ہے کہ بے سوچے سمجھے اور بغیر کسی دلیل کے اکثریت کا اتباع کرنا اکثر انسان کو گمراہ کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَن تَطِيعَ أَكْثَرَمَنَ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [الانعام: ۱۱۶]

”(اے نبی!) اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو گے جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔“

ویسے بھی اگر کسی چیز کا نادر الوجود اور کمیاب ہونا اس کے اعلیٰ وارفع ہونے کی دلیل نہ ہوتی، تو ہیرا کمیاب اور کوئلہ وافر مقدار میں نہ ہوتا نیز جینیس اور غیر معمولی قابلیت کے افراد اور سربراہانِ اقلیت میں نہ ہوتے۔

انبیاءِ عظیم السلام اور علماء میں سے نیک افراد جو انبیاء کے وارث ہیں، یہ جنت کے راستے

کی طرف بلانے والے ہیں اور شیاطین جن وانس میں سے بدکردار لوگ جو دنیا میں فساد پیدا کرتے ہیں اور ابلیس کے مددگار ہیں، یہ دوزخ کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

علاوہ ازیں خود ہمارے اندر بھی ان دونوں گروہوں کے مددگار اور ساتھی موجود ہیں۔ ہماری داخلی دنیا میں ایک حصہ انبیاء کا طرف دار ہے اور ایک حصہ شیطان کا ہمنوا۔ جو حصہ انبیاء کا طرف دار ہے وہ عقل سلیم کی صورت میں موجود ہے۔ اور جو حصہ شیطان کا ساتھی ہے وہ نفسِ امّارہ ہے جو برائی پر آمادہ کرتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ عقل اور نفس کیا ہیں؟

میں یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے کوئی علیحدہ علیحدہ حد مقرر کی جاسکتی ہے یا کوئی ایسی تعریف یا تعبیر کی جاسکتی ہے جس سے یہ پوری طرح سمجھ میں آجائیں اس لیے کہ یہ چیز بھی تک علم انسانی کے احاطہ سے باہر ہے اور ہماری نارسائی کے ظلمات میں پوشیدہ ہے، علم ان کے حدود اور بچہ کو پوری طرح روشن نہیں کر سکا۔

عقل اور نفس:

ہم میں سے ہر شخص روزانہ کہتا ہے: میں نے اپنے آپ سے یہ کہا: یا مجھے عقل نے یہ مشورہ دیا۔ تو یہ آپ اور آپ کی عقل یا آپ اور آپ کا نفس دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہوئیں، لیکن ہیں کیا؟ ان کی تعیین و تمیین کیا ہے، یہ بات کبھی واضح نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس وقت میں بھی آپ کے سامنے ایک نامعلوم چیز کو اس طرح پیش نہیں کر سکتا کہ وہ پوری کی پوری آپ کو نظر آجائے۔ البتہ ایک مثال سے میں اسے واضح کرنے کی کوشش کرتا ہوں:

جاڑے کا موسم ہے، آپ نرم و گرم بستر میں میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہیں، اچانک اذان کی آواز آتی ہے اور آپ کو نماز کے لیے اٹھنے کی دعوت دیتی ہے۔ کیا اس موقع پر آپ اپنے اندر کسی کو یہ کہتے ہوئے محسوس نہیں کرتے کہ ”اٹھو نماز کے لیے جاؤ!“

اور جب آپ اٹھنا چاہیں گے تو ایک دوسری آواز یہ کہتی ہوئی محسوس ہوگی کہ

”تھوڑی دیر اور سولو!“

پھر پہلی آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دے گی:

”نماز نیند سے بہتر ہے۔“

مگر اچانک دوسری آواز آئے گی:

”نیند بڑی مزیدار ہے، ابھی تو بہت وقت باقی ہے، چند منٹ اور لیٹے رہنے میں کوئی حرج

نہیں۔“

اس طرح یہ دونوں آوازیں یا خیال یکے بعد دیگرے اسی طرح آتے رہیں گے☆ جس طرح گھڑی کی ٹنگ ٹنگ سنائی دیتی ہے سو جا۔ اٹھ جا۔ سو جا۔ اٹھ جا۔ ظاہر ہے جو آواز اٹھنے کا مشورہ دیتی ہے، وہ عقل ہے اور دوسری جو سونے کی طرف مائل کرتی ہے، وہ نفس ہے☆۔

یہ ایک مثال ہے جو بے شمار مواقع پر اور ہزاروں صورتوں میں پیش آتی رہتی ہے، جب بھی ناجائز حظ و لذت کا کوئی موقع کسی شخص کے سامنے آتا ہے، نفس اس شخص کو اس پر ٹوٹ پڑنے پر آمادہ کرتا ہے اور اگر اس میں ایمان کی رمت موجود ہے تو عقل اس سے باز رہنے کا مشورہ دیتی ہے اور جتنا ایمان مضبوط ہوتا ہے اتنی ہی عقل کو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ عقل ہمیشہ کامیاب ہو جاتی ہے اور یہ کہ کوئی مسلمان کبھی گناہ کے قریب نہیں جاتا۔ اسلام ایک حقیقت پسند اور فطری دین ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق محض اپنی عبادت اور اطاعت کے لیے پیدا فرمائی ہے اور وہ فرشتے

☆..... [یہ کیفیت ہر وہ شخص محسوس کرتا ہے جو کسی گڑھے یا نہر کے کنارے سے کودنا چاہتا ہو اور جسے پار کر جانے کی امید کے ساتھ گر پڑنے کا خوف بھی لاحق ہو۔ ایسی حالت میں اس کو اپنے اندر دو متضاد آوازیں پے در پے سنائی دیں گی۔ ایک کہے گی کہ کود جا اور دوسری کہے گی رک جا۔ اب اگر یہ کود جا کی آواز پر بغیر تردد کے کود جاتا ہے تو کامیاب ہو جائے گا اور اگر تردد ہو گیا اور رک جانی آواز آگئی اور پھر کود تو یقیناً گر جائے گا۔ یہ ایک عام تجربہ کی بات ہے (مطالعہ طوحی)]

☆..... [عقل اور نفس کی یہ تقسیم محل نظر ہے، ہمارے خیال میں نفس سے مراد بھی دل ہے جس میں ہر طرح کے خیالات یکے بعد دیگرے آتے رہتے ہیں، مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب: ”انسان اور

ہیں جبکہ انسان کو فرشتہ نہیں بنایا گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق گناہ اور سرکشی کے لیے پیدا کی ہے۔ وہ شیاطین ہیں اور ہم انسانوں کو اس نے شیطان بھی نہیں بنایا۔ پھر اس نے ایک مخلوق ایسی پیدا کی ہے جسے عقل نہیں دی گئی بلکہ صرف جبلت عطا کی گئی ہے، نہ ان پر فرائض عائد ہوتے ہیں، نہ ان سے جواب طلبی ہوگی۔ یہ حیوانات ہیں۔ اور ہم انسانوں کو اس نے حیوانِ مطلق بھی نہیں بنایا۔ پھر ہم انسان کیا ہیں؟ آئیے معلوم کرتے ہیں:

انسان کی حقیقت:

انسان ایک ایسی مخلوق ہے جو تمام مخلوقات سے ممتاز و منفرد ہے۔ اس میں کسی حد تک فرشتوں کے اوصاف ہیں اور کسی حد تک شیطان کی شیطنت ہے۔ اسی طرح حیوانات کی حیوانیت اور وحشت و بہیمیت کا بھی کچھ حصہ اس کے مرکب میں شامل ہے۔

اگر انسان عبادت و ریاضت میں مشغول رہے اور خشوع و خضوع سے اپنے رب کے ساتھ لو لگا لے اور اس کا دل نفسانی غلاظتوں سے اتنا پاک ہو جائے کہ اس میں حسن مطلق کا جلوہ منعکس ہونے لگے اور یہ ایمان کی مٹھاس چمک لے تو ایسی حالت میں اس پر ملکی صفات غالب آجاتی ہیں اور یہ فرشتوں کے مشابہہ ہو جاتا ہے جن کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کبھی اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے، اسے وہ فوراً بجالاتے ہیں۔

اور اگر انسان کی شہوتِ نفسانی میں ہیجان آجائے اور اس پر جنسی جذبات کا غلبہ ہو جس کی وجہ سے اس کا خون کھولنے لگے، رگوں میں پارہ دوڑنے لگے اور ذہن میں آرزوؤں اور خواہشات کا طوفان امنڈ آئے تو یہ ہر حرام کام کرنے پر راغب ہو جائے گا، ہر ناپاک چیز اسے لطیف و نظیف نظر آئے گی۔ عجیب و غریب غیر طبعی اور غیر فطری منصوبے سوچے گا۔ اس صورت میں اس پر شیطانی کیفیت غالب آجائے گی۔ اور اگر اس کا غصہ بھڑک اٹھے، اعصاب تن جائیں، خون میں جوش آجائے، جسم کے عضلات اکڑ جائیں اور اس کی آرزو اس وقت صرف یہ رہ جائے کہ اپنے دشمن کو دیوبچ کر چیر پھاڑ ڈالے، اسے دانتوں سے

کاٹے اور ناخنوں سے نوچے کھسوٹے، اس کی گردن میں اپنی انگلیاں پیوست کر کے گلا گھونٹ دے اور اچھی طرح روندے کچلے تو ایسی حالت میں اس پر وحشت اور حیوانیت کی صفت غالب آ چکی ہوگی اس میں اور چپتے دیندوے میں کچھ زیادہ فرق نہ رہ جائے گا۔

یا اگر بھوک اور پیاس کی شدت سے تنگ آ کر اس کی خواہش اور آرزو صرف یہ رہ جائے کہ ایک روٹی مل جائے جس سے وہ اپنا پیٹ بھر سکے یا پانی کا ایک گلاس مل جائے جس سے اپنی پیاس بجھالے تو ایسی صورت میں اس پر جانوروں کی کیفیت غالب ہوگی اور وہ گھوڑے بکری یا کسی بھی اور جانور کی مانند ہو جائے گا۔ یہ ہے انسان کی حقیقت۔

خیر و شر کی پہچان کی صلاحیت:

ہر انسان میں خیر کی صلاحیت بھی ہے اور شر کی استعداد بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دونوں جہتیں عطا فرمائی ہیں اور اس کے ساتھ اسے عقل بھی دی ہے، جس کے ذریعے سے یہ خیر و شر میں فرق و تمیز کرتا ہے اور قوت ارادہ بھی عطا فرمائی ہے جس کی مدد سے یہ دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر قدرت حاصل کرتا ہے۔

خیر و بھلائی کا حصول کیسے ممکن ہے؟

اب اگر انسان اپنی عقل کا بہتر استعمال کرتا ہے اور اپنے ارادے کو درست طوط پر برتتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کی نیکی اور بھلائی کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے اور اس کے اخلاق حسنہ کی تکمیل ہو جاتی ہے تو یہ آخرت میں خوش بخت ہوگا اور جنت میں جائے گا۔ اور اگر اس کے برعکس کیفیت ہے تو یہ بد بخت ہوگا اور عذاب پائے گا۔ یہ بالکل درست ہے کہ انسانی طبیعت آزادی پسند واقع ہوئی ہے اور مذہب اس پر پابندیاں عاید کرتا ہے، لیکن اگر یہ پابندی نہ ہوتی اور انسان کو اس کی طبع آزادی کے مطابق کھل کھیلنے اور ہر برا کام کرنے کی اجازت دے دی جاتی تو یہ ایسے ایسے کارے انجام دیتا کہ انسانی معاشرہ ایک بہت بڑا پاگل خانہ بن کر رہ جاتا!

اس لیے کہ بے لگام آزادی تو صرف دیوانوں، اور پاگلوں کے لیے ہوتی ہے، ان میں سے اگر کسی کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ ہر وہ کام کر گزرے جو اس کا دل چاہے، بازاروں میں ننگا پھرے یا کسی بس ڈرائیور کے کندھوں پر سوار ہو جائے۔ اگر اس کو آپ کا لباس پسند آ گیا تو وہ آپ کا لباس اتروالے گا۔ یا اگر کسی کی لڑکی پسند آ گئی تو وہ مذہب کا بتایا ہوا قانونی طریقہ اختیار کیے بغیر چھیننے کی کوشش کرے گا۔ معلوم ہوا کہ پابندی کے بغیر آزادی صرف دیوانے کی آزادی ہے جس کے پاس عقل ہے اسے عقل ایسی آزادی سے روکتی ہے۔ عقل بھی تو ایک قید ہے۔ لفظ عقل عقل سے بنا ہے جس سے مراد وہ رسی ہے جس سے اونٹ کو باندھا جاتا ہے۔ اسی طرح لفظ ”حکمت“ حکمة الدابة (چوپائے کو لگام دینا) سے مشتق ہے۔ یہ بھی بندش کے معنی میں ہے۔

اور تہذیب کیا ہے؟ یہ بھی تو پابندی ہے۔ تہذیب آپ کو جو جی چاہے کرنے کی اجازت نہیں دیتی، بلکہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے کو ضروری قرار دیتی ہے اور مروج طرز طریقوں کے مطابق چلنے اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

اسی طرح عدل بھی پابندی ہے۔ یہ بھی آپ کی آزادی کی ایک حد مقرر کرتا ہے۔ یعنی وہ مقام جہاں سے آپ کے ہمسایہ کی آزادی شروع ہوتی ہے۔

گناہ میں مزہ کیوں آتا ہے؟

یہ حقیقت ہے کہ گناہ کسی قسم کا ہوا انسان کو پر لطف معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ نفسِ انسانی کے مزاج یعنی اس کی آزار دہی سے مطابقت رکھتا ہے۔ آپ دوسرے کی غیبت سننے اور غیبت میں شرکت کو دلچسپ محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ اس شخص سے جس کی برائی کی جا رہی ہے، بہتر اور افضل ہیں۔

چوری میں مزہ ملتا ہے، اس لیے کہ اس ذریعے سے انسان کو بغیر محنت و مشقت کے مال مل جاتا ہے۔ زنا میں لذت ہے، اس لیے کہ اس میں انسان کی نفسانی خواہشات پورا ہونے

کا سامان ہے۔ امتحان میں ناجائز ذرائع کا استعمال بھلا لگتا ہے، اس لیے کہ اس طرح محنت کے بغیر کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ذمہ داریوں سے گریز اور فرائض منصبی ادا نہ کرنا بھی انسان کو بہت مرغوب ہے۔ اس لیے کہ اس طرح آرام ملتا ہے اور کام نہیں کرنا پڑتا۔ لیکن اگر انسان غور و فکر سے کام لے تو وہ با آسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ وقتی آزادی جہنم کی طویل قید کے مقابلہ میں بہت حقیر و سیر ہے اور یہ ناجائز لذتیں آخرت میں ملنے والے شدید عذاب کی قیمت پر بالکل بے حقیقت ہیں۔

دامی اور عارضی لذتوں کا فرق:

ذرا اس مثال پر غور کیجیے کہ اگر کسی شخص سے باقاعدہ قانونی دستاویز پر صرف ایک سال کے لیے یہ معاہدہ طے کیا جائے کہ.....

”ایک سال تک جتنا مال وہ چاہے اسے ملتا رہے گا، جس شہر کے جس عالی شان محل میں رہنا چاہے وہ رہ سکے گا، جس عورت کو پسند کرے اس سے اس کی شادی کر دی جائے گی، بلکہ دو تین چار جتنی عورتوں سے چاہے حتیٰ کہ اگر وہ روزانہ ایک کو طلاق دے کر دوسری سے بیاہ رہنا چاہے تو اسے اس کی بھی اجازت ہوگی۔ اس کے علاوہ بھی وہ جو چیز مانگے گا اسے ملے گی۔ لیکن اس کے بدلے میں ایک سال کے بعد اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔“

کیا وہ اس معاہدے کے لیے تیار ہو جائے گا؟ کیا وہ یہ نہ کہے گا کہ میں ایک سال کے اس لطف و عیش پر جس کا انجام یقیناً موت ہے، لعنت بھیجتا ہوں؟ کیا وہ اس موقع پر عالم تصور میں خود کو سولی پر لٹکا ہوا نہ دیکھے گا؟ اور محسوس نہ کرے گا کہ اس کی موت واقع ہو گئی ہے؟ اور اب اس کے لیے کچھ باقی نہیں رہا۔ پھر یہ سولی کی تکلیف تو صرف چند سیکنڈ کے لیے ہے مگر آخرت کا عذاب تو نہ ختم ہونے والے زمانوں پر محیط ہے۔

ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس نے اپنی زندگی میں کوئی گناہ نہ کیا ہو اور اس کی

لذت کو محسوس نہ کیا ہو۔ کم از کم یہ تو ضرور ہوا ہوگا کہ اس نے ایک آدھ بار صبح کی نماز کے لیے جانے کے مقابلے میں بستر کے لطف و راحت کو ترجیح دی ہوگی! آپ بتائیں کہ وہ لذت کہاں گئی جو آج سے دس سال پہلے کسی گناہ میں ہم نے محسوس کی تھی؟ اس میں سے آج کیا باقی ہے!؟

اسی طرح کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس نے کبھی نہ کبھی کسی فرض کی بجا آوری کے لیے خود کو مجبور نہ کیا ہو اور اس سلسلے میں تکلیف نہ اٹھائی ہو۔ کم از کم رمضان میں روزے کی وجہ سے بھوک اور پیاس کی تکلیف تو ضرور محسوس کی ہوگی۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ آج ہمارے احساس میں دس سال پہلے کے رمضان میں برداشت کی ہوئی بھوک یا پیاس کی تکلیف کا کتنا حصہ باقی ہے؟ ظاہر ہے کچھ بھی نہیں، وقت گیا بات گئی!.....!

اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو گناہ کیے تھے ان کی لذت تو ختم ہو گئی لیکن آخرت میں ان کا عذاب باقی رہا۔ اس کے برعکس جو نیکی یا عبادت کی تھی اس کی مشقت اور تکلیف تو ختم ہو گئی لیکن آخر دری زندگی کے لیے اس کا ثواب باقی ہے۔

اور مرتے وقت، ظاہر ہے اس وقت ہمارے پاس نہ وہ لذتیں ہوں گی جو ہم نے زندگی میں گناہ کر کے چکھی تھیں۔ اور نہ وہ مشقتیں ہوں گی جو عبادت یا اطاعت خداوندی کی وجہ سے برداشت کی تھیں، دونوں کیفیتیں ختم ہو جائیں گی لیکن ان کے نتائج گناہ یا ثواب کی شکل میں باقی رہیں گے۔

توبہ کا بہانہ اور ناکامی:

ہر ایمان دار شخص چاہتا ہے کہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے لو لگالے، لیکن اکثر وہ اس کام کو ناتوان اور کل پر ڈالتا رہتا ہے۔

میں خود پہلے یہ سوچا کرتا تھا کہ جب حج کروں گا تو سارے گناہوں سے توبہ کر لوں گا اور اللہ کی طرف دھیان رکھوں گا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں نے حج بھی کر لیا ہے لیکن خود سے

کیا ہوا تو بہ کا وعدہ پورا نہ کر سکا۔ اس کے بعد میں دل کو یہ کہہ کر تسلی دیتا رہا کہ جب چالیس سال کا ہو جاؤں گا تو ہر برائی سے توبہ کر لوں گا۔ پھر چالیس سال کا ہو گیا لیکن وہی حال رہا، اور توبہ نہ کر سکا۔ پھر میری عمر ساٹھ سال سے بھی زیادہ ہو گئی لیکن حالت وہی رہی، توبہ نصیب نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ اب بوڑھا ہو گیا ہوں مگر توبہ کی توفیق ابھی میسر نہیں آئی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں بدکار ہوں اور ہر حرام اور فحش کام کرتا ہوں۔ بھگت اللہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے نیک بن جانے کی خواہش اور آرزو تو رکھتا ہے لیکن ناتواں رہتا ہے اور اس انداز میں سوچتا ہے کہ موت میں ابھی بہت مہلت باقی ہے اور کافی عمر بڑی ہے، پھر دیکھا جائے گا۔

میں نے خود دو مرتبہ موت کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اس وقت مجھے یہ شدید احساس ہوا کہ میں نے اپنی زندگی میں وقت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور زندگی کے ان لمحات پر جو اطاعت و عبادت کے بغیر گزرے سخت ندامت محسوس ہوئی۔ اللہ کی قسم! یہ حقیقت ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔

پھر جب میں موت کے منہ سے بچ گیا تو چند دنوں تک یہ کیفیت برقرار رہی اور میں نیک اور ٹھیک رہا۔ اس کے بعد پھر زندگی کی فریب کاریوں میں کھو گیا اور موت کو بھول گیا!

موت ایک اہل حقیقت:

ہم میں سے ہر شخص موت کو بھول جاتا ہے۔ ہم روزانہ مرنے والوں کو اپنے سامنے گزرتے ہوئے دیکھتے ہیں مگر کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ ایک دن ہم بھی مرجائیں گے جتنی کہ لوگوں کے نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہیں تب بھی دنیا کے بارے میں سوچ رہے ہوتے ہیں۔ ہر شخص کچھ اسی انداز سے سوچتا ہے کہ باقی سب تو مرجائیں گے مگر وہ خود نہیں مرے گا، حالانکہ انسان خوب جانتا ہے کہ ایک دن دنیا اس سے منہ موڑ جائے گی اور وہ یہاں سے چلا جائے گا۔ انسان کتنی ہی مدت کیوں نہ زندہ رہے ایک نہ ایک دن اسے مرنا ہے۔ ساٹھ

سال، ستر سال، سو سال، آخر زیادہ سے زیادہ وہ کتنا عرصہ زندہ رہ سکتا ہے؟ پھر کیا یہ مدت ختم نہ ہوگی؟

کیا یہ بات ہم اچھی طرح نہیں جانتے کہ جو لوگ سو سال زندہ رہے وہ بھی بلا آخر مر گئے؟ حضرت نوٹھ نو سو پچاس سال اپنی قوم میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ آج حضرت نوٹھ کہاں ہیں؟ کیا وہ اس دنیا میں باقی رہ گئے؟ کیا انہیں موت سے ہمتا نہ ہونا پڑا؟

آخرت کی تیاری:

پھر جب موت اتنی ہی اٹل ہے کہ اس سے کوئی نہیں بچ سکتا تو پھر ہم موت کے بارے میں کیوں فکر مند نہیں ہوتے؟ اور اس کے لیے تیاری کیوں نہیں کرتے؟ اگر کسی شخص کو ایسا سفر درپیش ہو جس پر روانہ ہونے کا وقت اسے معلوم نہ ہو، تو کیا وہ اس کے لیے ہر وقت تیار ہو کر نہ رہے گا تا کہ روانگی کی اطلاع ملتے ہی چل پڑے؟

گزشتہ موسم سرما میں جب میں عمان میں تھا، میں نے خود یہ واقعہ دیکھا کہ اردن کے جن اساتذہ نے سعودی حکومت سے ملازمت کا معاہدہ کیا تھا انہیں حکومت نے مطلع کر دیا کہ طیارے جب ان کو لینے آئیں گے تو بلا توقف لے کر چل پڑیں گے۔ اس لیے انہیں ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔

اب ہوا یہ کہ جن لوگوں نے اپنے سفر کے کاغذات مکمل کر لیے تھے، سامان باندھ کر تیار رکھا تھا اور اپنے عزیز واقارب سے مل ملا کر کیل کانٹے سے لیس تھے، وہ تو جس وقت انہیں بلایا گیا فوراً ایر پورٹ پہنچ گئے اور جنہوں نے سستی دکھائی اور وقت ٹالتے رہے انہیں جب بلایا گیا تو وہ کہنے لگے ہمیں کچھ مدت چاہیے تاکہ بازار سے سامان خرید سکیں۔ گاؤں جا کر بال بچوں سے مل سکیں اور حکومت سے پاسپورٹ وغیرہ تیار کر سکیں۔ ایسے لوگوں کو کوئی مہلت نہ دی گئی اور طیارے انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

لیکن ملک الموت جب آئے گا تو وہ چھوڑ کر بھی نہ جائے گا، بلکہ بزور پکڑ کر اپنے ساتھ لے جائے گا۔ آپ کتنا ہی انکار کریں بلکہ ایک گھنٹہ، ایک منٹ اور ایک لمحے کی بھی وہ مہلت نہیں دے گا، کیونکہ وہ مہلت دے ہی نہیں سکتا، یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے اور ہم میں سے کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ ملک الموت کب آ کر اسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔

اور یہ موت کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ آئیے دیکھتے ہیں:

انسانی زندگی مختلف مراحل پر منقسم ہے، ایک مرحلہ تھا جب وہ ماں کے پیٹ میں بحالت جنین تھا۔ پھر ایک مرحلہ آیا جب اس نے محسوس کیا کہ وہ اس دنیا میں ہے۔ پھر ایک مرحلہ آئے گا۔ جب یہی انسان اپنی موت کے وقت سے قیامت تک کے لیے دنیا اور آخرت کے درمیانی پڑاؤ ”برزخ“ میں رہے گا اور آخری مرحلہ جو ابدی اور غیر فانی ہے اور جہاں کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے، آخرت کا مرحلہ ہے۔ اور ہر مرحلے کی اپنے سے پہلے مرحلے کے مقابلے میں وہی حیثیت ہے جو اس کے بعد کے مرحلے کی خود اس کے مقابلے میں۔ یہ دنیا تک نائے شکم مادر کے مقابلے میں اتنی ہی وسیع ہے جتنا برزخ اس دنیا کے مقابلے میں۔

بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو وہ اسی کو اپنی دنیا خیال کرتا ہے اور اگر وہ سوچ سمجھ سکے اور حوال و جواب کے قائل ہو تو کہے گا کہ اس کا یہاں سے نکلنا موت ہے۔ یقینی موت! اگر پیٹ میں بیک وقت دو توام بچے ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے سے پہلے باہر آ جائے اور دوسرا بچہ جو اس کے ساتھ ہے اسے باہر جاتے اور خود سے جدا ہوتے دیکھے تو یقیناً وہ سمجھے گا کہ اس کا ساتھی مر گیا اور کہیں دفن ہو گیا۔ بچہ اگر آنول کو کوڑے میں پڑا دیکھے تو یہی خیال کرے گا کہ یہ اس کے بھائی کی لاش ہے اور اسے دیکھ کر اسی طرح روئے گا جس طرح کوئی ماں اپنے لخت جگر کو قبر میں اتارتے وقت دیکھ کر روتی ہے، کیونکہ وہ پہلے اسے گرد و غبار سے بھی بچایا کرتی تھی۔

اس بے چاری کو یہ معلوم نہیں کہ بچے کا یہ مردہ جسم بھی آئول کی مانند ہے۔
یہ انسانی جسم دراصل ایک قیص کی مانند ہے جو میلی، گندی اور بوسیدہ ہو جائے تو بیکار ہو جانے کی وجہ سے اسے اتار کر پھینک دیا جاتا ہے۔

یہی دراصل جسم کی موت ہے جو درحقیقت نئے جنم کے مترادف ہے۔ یہ زندگی کے ایک مرحلے سے نکل کر ایک نئے اور آرام دہ مرحلہ میں داخل ہوتا ہے۔ یہ دنیا ایک گزرگاہ ہے۔ یہاں ہماری زندگی کسی مہاجر یا مسافر کی سی زندگی ہے، جیسے کوئی شخص امریکہ جانے کے لیے اثناءِ راہ کئی ممالک سے گزرتا ہے۔ یہ مسافر جہاز میں اپنے لیے بہترین کمرے کا انتخاب ضرور کرتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے کمرے میں ہر طرح کا آرام ملے، لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنا سرمایہ کمرے کے نئے فرش بنوانے اور اس کی دیواروں کی آرائش و زیبائش پر خرچ کر دے کہ اس کی جمع پونجی اسی میں صرف ہو جائے اور جب امریکہ پہنچے تو تلاش ہو۔

وہ یقیناً یہ سوچے گا کہ اس کمرے میں میرا قیام زیادہ سے زیادہ چند ہفتے ہے اس لیے اس میں قیام کے دوران جو کچھ میسر آئے اسی پر قناعت کرنا اور وقت گزارنا چاہیے اور اپنا سرمایہ محفوظ رکھنا چاہیے تاکہ امریکہ جا کر جو گھر لیا جائے اس کا انتظام و انصرام بہتر طور پر کیا جاسکے کیونکہ وہاں مجھے مستقل قیام کرنا ہے۔

دنیا اور آخرت کی مثال:

دنیا اور آخرت کی مثال کو اس واقعہ سے سمجھنے کی کوشش کیجیے:

آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے امریکہ نے اپنے ایٹمی تجربے کے لیے بحر الکاہل کے ایک جزیرے میں جس میں چند سوماہی گیروں کی بستیاں تھیں، یہ اعلان کرایا کہ جزیرے کے باشندے یہ جزیرہ خالی کر دیں اور اس کے بدلے میں انہیں جس ملک میں وہ چاہیں ایک آراستہ گھر دیا جائے گا، بشرطیکہ وہ جزیرہ خالی کرنے اور اپنا سامان وہاں سے اٹھالے جانے

کی اطلاع فلاں تاریخ تک دے دیں۔ اس مقصد کے لیے ایک تاریخ مقرر کر دی گئی تھی اور یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ مقررہ تاریخ کے بعد طیارے آئیں گے اور لوگوں کو نکال کر لے جائیں گے۔

اہل جزیرہ میں سے کچھ لوگوں نے تو جزیرہ چھوڑ دینے کا اعلان کر دیا اور مقررہ تاریخ سے پہلے اپنا سب کچھ سمیٹ لیا اور کچھ نے سستی دکھائی، جانے کے خیال کو ٹالتے رہے یہاں تک کہ مقررہ تاریخ قریب آ گئی اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہیں اس بات پر یقین ہی نہ آیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے، دنیا میں امریکہ نام کا کوئی ملک موجود ہی نہیں اور دنیا صرف ہمارے اس جزیرے ہی کا نام ہے اور ہم اس کو چھوڑ کر ہرگز نہ جائیں گے۔ وہ یہ بات بھول گئے کہ یہ جزیرہ عنقریب تباہ ہو جائے گا اور اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ یہی مثال دنیا کی ہے۔

پہلا گروہ مومنوں کی مانند ہے جو ہمیشہ آخرت کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں۔ توبہ اور عبادت کے ذریعے اپنے رب سے ملنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ دوسری مثال ان مومنوں کی ہے جو کوتاہیاں اور گناہ کرتے رہتے ہیں اور تیسرا گروہ ان مادہ پرست کافروں کی مانند ہے جو سمجھتے ہیں کہ زندگی بس یہ دنیوی زندگی ہے۔ اس کے بعد کچھ نہیں اور موت نہ ختم ہونے والی نیند ہے جس کے بعد سب کچھ فنا ہو جائے گا اور تمام مصیبتوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔

اسلامی طرز زندگی:

اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ اسلام مسلمان سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ دنیا چھوڑ دے اور مسجد میں جا رہے اور پھر وہاں سے نہ نکلے۔

نہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان کسی غار میں جا بیٹھے اور پوری زندگی وہیں گزار دے۔ قطعاً نہیں۔ بلکہ اسلام کا مطالبہ تو مسلمانوں سے یہ ہے کہ ان کی تہذیبی قدریں اتنی اعلیٰ و ارفع

ہوں کہ وہ دنیا کی سب مہذب اقوام سے آگے بڑھ جائیں اور مال و دولت کے اعتبار سے سب مال داروں پر سبقت لے جائیں اور علم کے تمام شعبوں میں اتنی ترقی کریں کہ دنیا کے تمام عالموں کو پیچھے چھوڑ جائیں۔

اس کے علاوہ اسلام مسلمان کے لیے ضروری قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے جسم کے حقوق کی نگہداشت کرے۔ غذا اور ورزش کے ذریعے سے اسے بہتر بنائے۔ نیز اپنے اہل و عیال کا حق ادا کرے، ان کا ہر طرح خیال رکھے اور ان سے اچھا برتاؤ کرے۔ بیٹے کا حق اس طرح ادا کرے کہ اسے اعلیٰ تعلیم و تربیت دلائے۔ اس کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔ معاشرے کا حق اس طرح ادا کرے کہ اس میں جس خیر و صلاح کی کمی محسوس کرے، اسے اپنے حسن عمل سے پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ کا حق اس طرح ادا کرے کہ اسے یکساں معبود مانے اور اس کی عبادت و اطاعت کرے۔

مسلمان مال جمع کرے لیکن جائز طریقے سے۔ حلال اور پاک چیزوں سے لطف اندوز ہو۔ اور دنیا میں بہترین دنیا داروں کی سی زندگی گزارے۔ بشرطیکہ توحید میں فرق نہ آئے اور اس کا ایمان شرک جلی یا شرک خفی کی آمیزش سے پاک رہے۔ پکا مسلمان بن کر حرام چیزوں سے بچے اور اپنے دینی فرائض و واجبات ادا کرے۔ مال و دولت اس کے پاس ہو لیکن دل و دماغ پر مسلط نہ ہو اور نہ ہی وہ اس مال و دولت پر بھروسہ کر بیٹھے۔ بلکہ مسلمان کا حقیقی اعتماد اور بھروسہ اپنے رب پر ہوتا ہے اور اسی کی رضا مسلمان کی رضا اور انتہائے مقصود ہوتی ہے۔



باب ۱:

نیکی کی حقیقت

نیکی اور گناہ:

نیکی اور گناہ کی حقیقت اگر بخوبی ہو تو دو بملوں میں اس کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ کا حکم ماننا، نیکی اور حکم نہ ماننا، گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیوی زندگی میں ہمیں کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور کچھ کاموں سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ان میں بہت سے کام بظاہر مشکل اور بڑے محنت طلب معلوم ہوتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع کردہ کاموں میں بہت سے کام بظاہر اچھے، آسان اور نفع مند معلوم ہوتے ہیں۔ جب انسان اس پہلو سے سوچتا ہے تو اس کے ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ اس سوال کے جواب سے پہلے ہمیں اس بات پر پورا ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں بلکہ انتہائی رحمدل، حکیم و دانا اور عادل و منصف ہے۔ ایک ماں اپنے بچے کے لیے اتنی رحم دل نہیں ہو سکتی جتنا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ ہوتے ہیں جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ ظالم نہیں!

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے جن میں ایک عورت بھی تھی جس کا پستان دودھ سے بھرا ہوا تھا اور وہ (اپنے بچے کی تلاش میں ادھر ادھر) دوڑ رہی تھی۔ جب اسے قیدیوں میں کوئی بچہ ملتا ہے تو وہ جلدی سے اسے پیٹ سے لگاتی اور دودھ پلانا شروع کر دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا: کیا تمہارے خیال میں یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟

ہم نے عرض کیا نہیں، جب تک اس میں قدرت ہوگی یہ اپنے بچے کو آگ میں نہیں پھینکے گی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربانی کرنے والا ہے۔“ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق، بالخصوص انسانوں پر بہت زیادہ مہربان ہیں اور جس طرح ایک ماں اپنے بچے کو ایسا کوئی کام نہیں کرنے دیتی جس سے اسے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو ایسے ہر کام سے منع کرتے ہیں جو ان کے لیے انفرادی یا اجتماعی طور پر باعثِ ضرر ہو۔ اور اس کے مقابلہ میں ان کاموں کے کرنے کا حکم دیتے ہیں جو ہم انسانوں کے لیے دنیوی و اخروی اعتبار سے مفید ہوں۔ گویا اللہ تعالیٰ کا ہر حکم عدل و انصاف پر مبنی ہے کیونکہ وہ ظلم کے عیب سے پاک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُم فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ [الحج: ۷۸]

”اور اس (اللہ) نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی پیدا نہیں کی۔“

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

”اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتے ہیں، تمہیں تنگی میں مبتلا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔“

اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا نیکی اور حکم نہ ماننا گناہ ہے:

اللہ کا حکم ماننے کا معنی یہ ہے کہ جن کاموں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے انہیں پوری کوشش کے ساتھ بجالایا جائے اور جن کاموں سے بچنے اور دور رہنے کا حکم دیا ہے، حتی الامکان ان سے بچا اور دور رہا جائے لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کا مرتکب بنتا ہے۔

(۱) [بخاری: کتاب الادب: باب رحمة الوالد وتقبيله (ح ۵۹۹۹) مسلم: کتاب التوبة

یہاں یہ بات واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام ہمیشہ انبیاء و رسل کے ذریعے لوگوں تک پہنچائے ہیں اور لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ کے مقرر کردہ نبیوں اور رسولوں کی اطاعت کریں کیونکہ ان کی اطاعت خود اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے اس لیے کہ جو حکم یہ انبیاء دیتے ہیں وہ پیچھے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ اور اس کے رسولوں کی اطاعت کا حکم یکجا بیان ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ اپنے نبیوں اور رسولوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا صرف حکم ہی نہیں دیا بلکہ ان انبیاء کی فرمانبرداری و اطاعت گزاری کو معیارِ نجات بھی قرار دیا ہے۔ اور ان لوگوں کا تذکرہ نہایت مستحسن انداز سے کیا ہے جو اللہ کی اطاعت کرنے اور اس کا ہر حکم بجالانے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں جب کہ ان کے مقابلہ میں ان لوگوں کی مذمت اور سرزنش کی ہے جو اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کرتے ہیں اور ایسے ہی نافرمانوں اور سرکشوں کے لیے جہنم کی وعید بیان کی ہے۔ آئندہ سطور میں اس سلسلہ کی چند آیات درج کی جاتی ہیں:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ [النساء: ۱۳، ۱۴]

”اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اسے اللہ تعالیٰ ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان باغات میں رہے گا، اور یہی عظیم کامیابی ہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی حدود کو پھلانگے گا، اسے اللہ تعالیٰ ایسی آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رساکن عذاب ہوگا۔“

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: ۷۱]

”اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بہت بڑی کامیابی کو پالے گا۔“

﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [آل عمران: ۱۳۲]

”اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَخْلُوعُوا أَسْمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ [النور: ۵۱، ۵۲]

”ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔“

﴿وَمَنْ يُعَصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾ [الاحزاب: ۳۶]

”اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی واضح گمراہی میں مبتلا ہوگا۔“

﴿وَمَنْ يُعَصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا﴾ [الحن: ۲۳]

”اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، یقیناً اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔“

اللہ کا حکم کیوں مانا جائے؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کا حکم کیوں مانا جائے؟ دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نیکی کیوں کی جائے؟ اور کوئی شخص اگر نیکی کا کام نہیں کرتا یا اللہ کا حکم نہیں مانتا تو اسے قیامت کے روز جہنم کی آگ میں کیوں داخل کیا جائے گا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ ہمیں دنیا میں جو کچھ حاصل ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ ہمیں موت بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی

ہے۔ مصیبت، تنگی بھی اللہ کے حکم سے پہنچتی ہے، اور خوشحالی، مال و دولت کی فراوانی بھی اسی کے اذن سے ہوتی ہے۔ گویا ہمارا اصل مالک اللہ ہی ہے اور مالک ہونے کی وجہ سے وہ یہ حق رکھتا ہے کہ ہم اس کا حکم مانیں۔ اگر ہم اس کا حکم مانیں گے تو وہ ہم سے خوش ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں ہمارے ساتھ بہتر سلوک کرے گا۔ اور اگر ہم اس کا حکم نہیں مانیں گے تو وہ ناراض ہوگا اور اس کے ناراض ہونے میں ہمارا ہی نقصان ہے، خود اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ [الاسراء: ۷]

”اگر تم نے اچھے کام کیے تو خود اپنے ہی فائدہ کے لیے (کرو گے) اور اگر تم نے برائیاں کیں تو بھی اپنے ہی لیے (نقصان کرو گے)۔“

﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا تَكُ بِظَلَامٍ لِلْعَبِيدِ﴾ [حم]

[السجدة: ۴۶]

”جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لیے (کرے گا) اور جو برا کام کرے گا اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔ اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔“

﴿مَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ [الاسراء: ۱۵]

”جو راہ راست حاصل کر لے وہ خود اپنی ہی بہتری کے لیے راہ راست پاتا ہے۔ اور جو بھٹک جائے اس کا بوجھ اسی کے اوپر ہے۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا (قیامت کے روز) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“



اللہ کا حکم کیا ہے؟

[نیکی کے کاموں کی تفصیل]

اللہ کا حکم معلوم کرنا اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس پر عمل کر کے اللہ کو راضی کر سکیں۔ لہذا ہمیں ہمیشہ یہ بات یاد دہانی چاہیے کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے بھیجے ہوئے آخری دین یعنی اسلام پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔ یہ اسلام قرآن و حدیث کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری تفصیل اور اصول و قواعد موجود ہیں۔ اس میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ نیکی کیا ہے اور برائی کس چیز کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کیسے حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کن چیزوں میں ہے۔ یہاں ہم اختصار کے ساتھ نیکی کے چند بڑے کاموں کا تذکرہ کرتے ہیں، باقی تفصیلات پانچویں باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

توحید:

دنیا میں سب سے بڑا نیکی کا کام یہ ہے کہ ایک اللہ وحدہ لا شریک کو اپنا خالق و مالک اور رازق و داتا تسلیم کیا جائے۔ ہر قسم کی عبادت صرف اللہ کے لیے کی جائے۔ ہر طرح کی دعا و اور فریاد صرف اللہ کے حضور کی جائے۔ مشکلات کے حل کے لیے اللہ کا درجہ چھوڑ کر کسی اور کے در پر نہ جایا جائے۔ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو نہ پکارا جائے۔ یہی توحید ہے جسے سب سے بڑا نیکی عمل قرار دیا گیا ہے اور جنت میں جانے کی لازمی شرط ٹھہرا دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں شرک ہے یعنی اللہ کے ساتھ کسی اور کو خالق و مالک، رازق و داتا ٹھہنا۔ اللہ کا درجہ چھوڑ کر کسی اور کے سامنے سجدہ و ریزہ ہونا۔ اللہ سے مانگنے کی بجائے کسی اور کے در کا سوالی ٹھہنا۔ اللہ کا سامنے کرنے کی بجائے کسی اور کی شکل بزرگی میں صدقہ و فیرات کرتے۔

حُبِ رسول:

توحید کے بعد نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر یہ ایمان لایا جائے کہ وہ سب اللہ کے بھیجے ہوئے رسول تھے اور سب سے آخری رسول حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی اور رسول دنیا میں نہ آیا ہے اور نہ آئے گا۔ آنحضرت ﷺ کے رسولِ برحق ہونے پر سچے دل سے ایمان لایا جائے۔ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کی جائے۔ آپ سے عقیدت باقی سب عقیدتوں سے فائق و برتر ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کے ہر حکم پر گردن جھکائی جائے۔ صرف زبان ہی سے حب رسول کا ترانہ نہ پڑھا جائے بلکہ اس کے ساتھ اپنے عمل کو بھی اسوۂ رسول ﷺ کے مطابق ڈھالنے کی پوری کوشش کی جائے۔ اس کے بغیر نہ ایمان مکمل ہے اور نہ اسلام۔

نماز:

اللہ تعالیٰ کی عبادات میں سے سب سے افضل عبادت نماز ہے۔ ہر ایک مسلمان پر ایک دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ یعنی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء۔ ہمیں چاہیے کہ ہر نماز بروقت اور باجماعت مسجد میں ادا کریں۔ نماز میں ہرگز کوئی سستی نہ کریں۔ نماز کا وقت ہوتے ہی سارے کام کاج چھوڑ کر مسجد میں پہنچ جائیں اور پھر نماز پڑھنے کے بعد اپنے دیگر کام اور ذمہ داریاں پوری کریں۔

روزہ:

صبح فجر صادق سے لے کر غروبِ شمس تک کھانے، پینے اور جنسی تعلقات سے کنارہ کش رہنے کا نام 'روزہ' ہے۔ ہر مسلمان پر سال بھر میں ایک ماہ (یعنی رمضان المبارک کے مہینے) کے روزے رکھنا فرض ہے۔ اس لیے رمضان المبارک میں اس نیکی کے کام میں کوئی غفلت اور لاپرواہی نہ کی جائے۔

صدقہ و زکوٰۃ:

اسی طرح اگر ایک شخص کے پاس ایک خاص مقدار میں مال ہو اور سال بھر وہ مال اس کے پاس موجود رہے تو ہر سال کے وقفہ سے اس میں سے اڑھائی فیصد حصہ اللہ کی راہ میں مستحق لوگوں کو دینا اس پر فرض کیا گیا ہے اور اس عمل کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ گویا زکوٰۃ نکالنا صرف صاحبِ نصاب اور صاحبِ ثروت لوگوں پر فرض ہے دیگر لوگوں پر نہیں۔ البتہ دیگر لوگ اگر چاہیں تو اپنی مرضی سے اپنے مال میں سے تھوڑا بہت اللہ کی راہ میں دے سکتے ہیں، ان کا یہ صدقہ کہلاتا ہے اور یہ بھی بہت بڑی نیکی ہے۔

زکوٰۃ اور صدقہ کے سلسلہ میں یہ بات یاد دہنی چاہیے کہ سارے کا سارا مال اللہ کی راہ میں دے دینا اور پھر خود محتاج اور سوائی بن کر بیٹھ جانا کوئی نیکی نہیں ہے۔ البتہ سخت مشکل اور جنگلی حالات میں ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا جاسکتا ہے۔

حج و عمرہ:

اگر کسی شخص کے پاس اس کی بنیادی ضروریات کے علاوہ اتنا مال ہو کہ وہ اللہ کے گھر کا حج کر سکتا ہے، تو اس پر اللہ کے گھر کا حج کرنا فرض ہے اور یہ فرض زندگی میں صرف ایک مرتبہ عائد ہوتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے گھر کا حج یا عمرہ کرتا ہے تو یہ اس کے لیے باعثِ اجر و ثواب ہوگا۔

سچ بولنا:

اسی طرح زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کو سچ بولنا چاہیے۔ اور یہ ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات سچ بولنے میں انسان کو بظاہر اپنا یا اپنے کسی عزیز کا نقصان ہوتا نظر آتا ہے مگر اس کے باوجود اسے سچ سے گریز نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ سچ بولنا اس کے رب کا حکم ہے اور سچ بولنے ہی میں خیر ہے۔ سچ بولنے سے انسان کو اور بہت سے دنیوی و اخروی فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔

حلال روزی:

انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ جائز اور حلال ذریعے سے اپنی روزی کے لیے محنت کرے کیونکہ اس کے لیے اس کی قسمت میں جتنا رزق اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے وہ اسے لازماً مل کر رہے گا۔ اب یہ شخص اگر ناجائز ذرائع اختیار کرے گا تب بھی اسے اتنا ہی ملے گا جتنا اس کی قسمت میں لکھا ہے اس سے زیادہ نہیں، مگر ناجائز اور حرام ذرائع اختیار کرنے سے اس کے نامہ اعمال میں گناہ بھی جمع ہو جائیں گے اور اگر انسان جائز ذرائع اختیار کرنے پر زور دے تو اسے جائز ذرائع سے اپنی قسمت میں لکھا ہوا رزق تو ضرور ملے گا جبکہ اس کے ساتھ اسے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

امانت و دیانت:

انسان کے لیے ایک بہت بڑی نیکی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے ہر معاملے میں امانت و دیانت کے تقاضے پورے کرے۔ کسی سے لین دین کیا ہو، کسی کی ذمہ داری اٹھائی ہو، کسی سے قرض یا امانت لی ہو، کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو،..... غرضیکہ ہر معاملے میں اسے دیانتداری سے کام لینا چاہیے۔

عدل و انصاف:

دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلقات میں عدل و انصاف کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ کسی جھگڑے میں فیصلہ کرنا ہو یا اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لینا ہو، ہر جگہ عدل و انصاف کے اصولوں کو ترجیح دینا ہی نیکی کا کام ہے۔

عَفْوٌ وَ دَرُّ غُرُورٍ:

عدل و انصاف سے ایک قدم آگے بڑھیں تو 'عفو و درگزر' کی نیکی کا درجہ ہے۔ آپ پر کسی نے ظلم کیا، زیادتی کی، مال چوری کیا، قاتلانہ حملہ کیا، اہل و عیال کو کوئی نقصان پہنچایا یا کوئی بھی غیر قانونی و غیر اخلاقی اقدام آپ کے خلاف کیا اور اس جرم کی بعد میں نشاندہی ہوئی،

مجرم آپ کے سامنے پہنچ گیا، آپ اسے کڑی سزا دینے کی طاقت بھی رکھتے ہوں مگر اس سب کچھ کے باوجود آپ اسے معاف کر دیتے ہیں تو یہ عدل و انصاف سے بھی بڑی نیکی ہے۔ اور اسے ہی 'عفو' اور 'درگزر' کہا جاتا ہے۔ ہمارے حضور ﷺ کی زندگی میں ایسے عفو و درگزر کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جو ہم سب کے لیے نمونہ ہیں۔



نیکیوں کے فوائد و ثمرات

جس طرح بدی اور شر کے ارتکاب سے دنیا و آخرت میں برے نتائج بھگتنا پڑتے ہیں اسی طرح نیکی اور بھلائی کے کاموں سے اچھے اور مثبت نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ نیکی کی بنیاد چونکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے اس لیے جب کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی سے خوش ہو جائیں تو اسے اپنی نعمتوں سے نوازتے ہیں اور اس پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ اور جب کسی شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نچھاور ہونے لگتی ہے تو اس کی مصیبتیں، تکلیفیں، تنگیاں اور پریشانیاں ایک ایک کر کے ختم ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور اگر کوئی مصیبت یا پریشانی اس دنیا میں ختم نہ ہو تو اس کے بدلہ میں اس کے لیے بے پناہ اجر و ثواب لکھا جاتا ہے اور روز قیامت ایسا شخص بغیر کسی پریشانی اور خوف کے اللہ تعالیٰ کی جنت میں داخل ہو جائے گا۔

نیکی کرنے والوں کو جو فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں، آئندہ صفحات میں ان کی تفصیل قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کی جا رہی ہے۔



نیکی کا فائدہ..... قرآن مجید کی روشنی میں

نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہ ہوگا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُندُسٍ وَاسْتَبْرَقٍ مُتَجَكِّينَ فِيهَا عَلَى الْأَرْآئِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا﴾ [الكهف: ۳۰، ۳۱]

”یقیناً جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو ہم کسی نیک عمل کرنے والے کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔ ان (نیکی کرنے والوں) کے لیے ہمیشگی کی جنتیں ہیں، ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہاں یہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے نرم و باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے۔ وہاں یہ تختوں کے اوپر نیکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ کیا خوب بدلہ ہے، اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے۔“

نیکی کرنے میں خود انسان ہی کا فائدہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ [الاسراء: ۷]

”اگر تم نے اچھے کام کیے تو خود اپنے ہی فائدہ کے لیے (کرو گے) اور اگر تم نے برائیاں کیں تو بھی اپنے ہی لیے (نقصان کرو گے)۔“

نیکی کرنے والوں سے دنیا اور آخرت میں نیک سلوک ہوگا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ جَنَّتْ عَذْنٌ يَدْخُلُونَهَا تَعْرَىٰ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ كَذَلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ﴾ [النحل: ۳۰، ۳۱]

”جن لوگوں نے بھلائی کی ان لوگوں کے لیے اس دنیا میں (بھی) بھلائی ہے، اور حقیقتاً آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے، اور وہ کیا ہی خوب پرہیز گاروں کا گھر ہے (وہاں) بیشک والے باغات ہیں جہاں وہ جائیں گے اور جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جو کچھ یہ طلب کریں گے وہاں ان کے لیے موجود ہوگا۔ پرہیز گاروں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح بدلے عطا فرماتا ہے۔“

﴿وَلِلَّهِ مَنَافِي السَّمَوَاتِ وَمَنَافِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَىٰ﴾ [النجم: ۳۱]

”اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ اللہ تعالیٰ برے عمل کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور نیک کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ عنایت فرمائے۔“

نیکی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً يَسِيْبُ اللَّهُ وَالَّذِينَ يَتْلِفُوا يَابِدُكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ [البقرة: ۱۹۰]

”اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور احسان کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ﴾ [النحل: ۱۲۸]

”یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے۔“

﴿وَمَنْ يَفْتَرِ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حَسَنَاتٍ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾ [الشوری: ۲۳]

”جو شخص کوئی نیکی کرے ہم اس کے لیے اس کی نیکی میں اور حسن بڑھادیں گے۔ بے

شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا (اور) بہت قدردان ہے۔“

نیکی کا ثواب (صلہ) بہت زیادہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا﴾ [القصص: ۸۴]

”جو شخص نیکی لائے گا اسے اس سے بہتر ملے گا۔“

﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امثالِهَا﴾ [الانعام: ۱۶۰]

”جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کا دس گنا (زیادہ بدلہ) ملے گا۔“

نیکی کرنے والوں کو اللہ کی رحمت حاصل ہوتی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [الاعراف: ۵۶]

”بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے۔“

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا تَكُ بِظَلَامٍ لِلْعَبِيدِ﴾ [حم

السجدة: ۴۶]

”جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لیے (کرے گا) اور جو برا کام کرے گا اس

کا وبال بھی اسی پر ہے۔ اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔“

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [التوبة: ۱۲۰]

”بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔“

نیکی کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [الاعراف: ۹۶]

”اگر اس بستی والے ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈرنے والے بن جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کو کھول دیتے مگر انہوں نے (حق کی) تکذیب کی چنانچہ ہم نے انہیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔“

اللہ کی اطاعت گزاری کرنے والوں کا رزق بڑھتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا نَزَّلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لَآكَلُوا مِن فَوقِهِمْ وَمِزَ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ﴾ [المائدة: ۶۶]

”اگر وہ (اہل کتاب) تورات اور انجیل اور اپنے رب کے نازل کردہ دین کو قائم کرتے تو وہ اپنے اوپر (آسمان سے) اور اپنے پاؤں کے نیچے (یعنی زمین) سے کھاتے!“

اللہ کا حکم ماننے والوں کی پریشانیاں دور ہوتی ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ..... وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾ [الطلاق: ۲ تا ۴]

”اور جو اللہ سے ڈرتا ہے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نکلنے کی راہ بنا دیتے ہیں اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے، اللہ اسے کافی ہو جاتا ہے..... اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے معاملے کو آسان بنا دیتے ہیں۔“

نیکی گناہوں کو مٹا دیتی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُغْفِرُ بِهَا السَّيِّئَاتِ﴾ [ہود: ۱۱۴]

”دن کے دونوں سروں (یعنی صبح و شام) میں نماز قائم رکھ اور رات کی کئی ساعتوں میں

بھی، یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔“

نیک کام کرنے سے اللہ کی بخشش حاصل ہوتی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنِّي لَفَتَّاؤَلَمُنَّ تَابَ وَأَمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا حَتَّىٰ أَهْتَدَىٰ﴾ [طہ: ۸۲]

”ہاں بے شک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں، ایمان لائیں، نیک عمل کریں

اور راہِ راست پر بھی رہیں۔“

نیک لوگوں کو روزِ قیامت کوئی خوف نہ ہوگا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

[المائدہ: ۶۹]

”جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو یقیناً ان

پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی وہ غم کریں گے۔“

نیک لوگ ہی جنت اور پاکیزہ زندگی حاصل کریں گے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوَّلَتْهُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ

وَلَا يُظْلَمُونَ نَفِيرًا﴾ [النساء: ۱۲۴]

”جو ایمان والا ہو مرد ہو یا عورت اور وہ نیک اعمال کرے، یقیناً ایسے لوگ جنت میں

جائیں گے اور کھجور کے شکاف کے برابر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا۔“
﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْشِيَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [النحل: ۹۷]
”جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، لیکن با ایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور عطا کریں گے۔“



نیکی کرنے کا فائدہ..... احادیث کی روشنی میں

جیسی نیکی ویسا صلہ!

اگر کسی مظلوم، تنگدست اور پریشان حال شخص سے بغض و استعانت تعاون کیا جائے تو اس نیکی سے اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوتے ہیں کہ خود تعاون کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی خصوصی تعاون فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرْ عَلَى مُعْسِرٍ يَسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَبِيهِ» (۱)

”جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیوی مشکلات میں سے ایک مشکل آسان کی اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے ایک مشکل دور فرمادیں گے۔ اور جس شخص نے کسی تنگ دست پر آسانی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ جب تک کوئی آدمی اپنے بھائی کی مدد کر رہا ہوتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کر رہے ہوتے ہیں!“

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى

دوسروں سے نیکی کرنا مسلمان کی پہچان ہونی چاہیے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((الْمُسْلِمُ أَخُ الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرْبٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ مَسَّرَ مُسْلِمًا سَرَّهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))^(۱)

”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر ظلم نہیں کرتا، اور نہ ہی اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو آدمی اپنے بھائی کی مدد کر رہا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس (مدد کرنے والے کی بھی) مدد کر رہے ہوتے ہیں۔ جس شخص نے کسی مسلمان کی (دنوی مشکلات میں سے) ایک مشکل آسان کی اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے ایک مشکل دور فرمادیں گے۔ اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔“

دنیا میں اللہ کا گھر بناؤ اللہ تمہارا گھر جنت میں بنائیں گے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا..... يَتَّخِذُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ..... بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ))^(۲)

”جس شخص نے اللہ کی رضا کی خاطر کوئی مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی جیسا گھر جنت میں بنا دیتے ہیں۔“

(۱) [صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب تحریم الظلم (حدیث: ۲۵۸۰)]

(۲) [بخاری: کتاب الصلاة: باب من بنی مسجدا (ح: ۴۵۰) مسلم (ح: ۵۳۳)]

نیک نیت ہی امتحان میں کامیاب ہوا!

حدیث کی مستند کتاب 'بخاری' اور 'مسلم' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا اور تیسرا گنجا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینے کے لیے ان کے پاس (انسانی شکل میں) ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی جلد (چمڑی) کیونکہ مجھ سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہو گئی۔ فرشتے نے پوچھا: کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ اونٹ۔ یا اس نے کہا: گائے (راوی کو شک ہے) چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی (یا گائے) دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ منجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور یہ کہ میرا موجودہ عیب ختم ہو جائے کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے سر پر عمدہ بال آ گئے۔ فرشتے نے پوچھا: کس طرح کا مال پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ گائے۔ (یا اس نے کہا کہ اونٹ۔ راوی کو شک ہے) پھر فرشتے نے اسے حاملہ گائے (یا اونٹنی) دے دی اور کہا کہ اللہ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اللہ

نے اس کی بیٹائی اسے واپس دے دی۔ پھر فرشتے نے پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کرو گے؟ اس نے کہا بکریاں۔ فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔

پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجنے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔

پھر دوبارہ فرشتہ اپنی اسی پہلی شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین و فقیر آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان و اسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں۔ لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھا چہرہ اور مال عطا کیا ہے، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے میں اپنے سفر کو پورا کر سکوں؟ لیکن اس نے (انسانی شکل میں آنے والے اس) فرشتے سے کہا کہ میرے ذمہ تو اور بہت سے حقوق ہیں۔ (یعنی جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ میرے حالات تو بڑے تنگ ہیں، لہذا میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا! اس جواب پر اس کی اوقات یاد دلاتے ہوئے) فرشتے نے کہا کہ غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں، کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہ تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے، تم ایک فقیر اور قلاش آدمی تھے، پھر تمہیں اللہ نے یہ چیزیں عطا کیں؟

اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے!

پھر فرشتہ گنجنے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی وہی کوڑھی والا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔ اس کے بعد فرشتہ اپنی اسی پہلی صورت میں اندھے کے پاس آیا، اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان ختم ہو چکے ہیں اور سوائے اللہ

کے کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر ایک بکری کا سوال کرتا ہوں، جس نے تمہیں یہ ساری چیزیں عطا کی ہیں۔

اندھے نے جواب دیا کہ ہاں میں واقعی اندھا تھا اور اللہ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر و محتاج تھا اور اللہ نے مجھے مالدار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو۔ اللہ کی قسم! جب تم نے اللہ کا واسطہ دیا ہے تو اب جتنا بھی تمہارا جی چاہے، لے جاؤ! میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہو گیا ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔“ (۱)

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ غربت اور تنگدستی کے بعد آسانی کی حالت میں انسان اپنی پہلی حالت کو بھول جاتا ہے اور اللہ کا شکر گزار بننے کی بجائے سرکشی پر اتر آتا ہے۔ حالانکہ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ حقیقی مالک اللہ ہی کی ذات ہے، اگر اللہ چاہے تو دنیا جہان کی دولتیں اس کے قدموں میں ڈھیر کر دے اور اگر وہ چاہے تو کوڑی کوڑی کا محتاج بنا دے۔

اس حدیث میں مذکور تین بندوں میں سے صرف وہی اس امتحان میں کامیاب ہوا جس نے اپنی اوقات یاد رکھی اور جو اپنی اوقات بھول کر سرکش بن گئے وہ دنیا میں بھی تباہی کا شکار ہوئے۔

اللہ ہمیں اپنا فرمانبردار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



مشکل کے وقت ایک نیکی کام آگئی!

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ اچانک بارش شروع ہوگئی، انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پناہ لی۔ اتفاق سے پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے لڑھکی (اور اس نے اس غار کے منہ کو بند کر دیا جس میں یہ تینوں پناہ لیے ہوئے تھے) اب انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اپنے اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے کبھی کیا ہو، نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک نے یہ دعا کی:

”اے اللہ! میرے ماں باپ نہایت بوڑھے تھے، میں باہر لے جا کر اپنے موسیٰ چرایا کرتا تھا۔ پھر جب شام کو واپس آتا تو ان کا دودھ نکالتا اور برتن میں ڈال کر چیلے اپنے والدین کو پیش کرتا، جب میرے والدین پی چکے تو پھر اپنی بیوی، اور بچوں کو پلایا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک رات واپسی میں دیر ہوگئی اور جب میں گھر لوٹا تو والدین سو چکے تھے۔ پھر میں نے پسند نہ کیا کہ انہیں جگاؤں، جبکہ بچے میرے قدموں میں بھوکے پڑے رو رہے تھے مگر میں برابر دودھ کا پیالہ لئے والدین کے سامنے اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا، تو تو ہمارے لئے اس چٹان کو ہٹا کر اتنا راستہ تو بنادے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔“

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: چنانچہ وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔ پھر دوسرے شخص نے یہ دعا کی:

”اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے چچا کی ایک لڑکی سے اتنی زیادہ محبت تھی،

جتنی ایک مرد کو کسی عورت سے ہو سکتی ہے۔ اس لڑکی نے کہا تم مجھ سے اپنی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتے جب تک مجھے سواشرنی نہ دے دو۔ میں نے سواشرنی حاصل کرنے کی کوشش کی اور آخر اتنی اشرنی جمع کر لی۔ پھر جب میں اس کی دونوں رانوں کے درمیان بیٹھا تو وہ بولی: اللہ سے ڈر اور مہر کو ناجائز طریقے پر نہ توڑ۔ اس پر میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اب اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ عمل تیری ہی رضا کے لیے کیا تھا تو تو ہمارے لیے (نکلنے کا) راستہ بنا دے۔“

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: چنانچہ وہ پھر دو تہائی حصہ ہٹ گیا۔ پھر تیسرے شخص نے یہ دعا کی:

”اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار (یعنی تھوڑے سے جوار) پر کام کر لیا تھا۔ جب میں نے اس کی مزدوری اسے دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس جوار کو لے کر بودیا (کھیتی جب کئی تو اس میں اتنی جوار پیدا ہوئی کہ) اس سے میں نے ایک نبل اور ایک چرواہا خرید لیا، کچھ عرصہ بعد پھر اس نے آکر مزدوری مانگی کہ خدا کے بندے مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا کہ اس نبل اور اس کے چرواہے کے پاس جاؤ کیونکہ یہ تمہارے ہی ملکیت ہیں۔ اس نے کہا مجھ سے مذاق کرتے ہو!

میں نے کہا، میں مذاق نہیں کرتا، واقعی یہ تمہارے ہی ہیں۔ (تو وہ انہیں لے کر چلتا ہوا) اے اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو تو یہاں ہمارے لیے (اس چٹان کو ہٹا کر) راستہ بنا دے۔“

چنانچہ وہ غار پورا کھل گیا اور وہ تینوں شخص باہر آ گئے۔“ (۱)

صدقہ و خیرات کرنے والے کی غیبی مدد.....!

ہم بتا چکے ہیں کہ صدقہ اور خیرات ایک نیک عمل ہے، اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ صدقہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل کیسے حاصل ہوتا ہے۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”ایک شخص جنگل میں جا رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک بادل سے یہ آواز سنی کہ (کسی نے بادل سے کہا ہے):

”فلاں آدمی کے باغ کو پانی پلاؤ!“

چنانچہ وہ بادل ایک طرف چلنا شروع ہو گیا پھر اس نے ایک سنگلاخ زمین پر اپنا پانی برسایا، اور نالیوں میں سے ایک نالی میں اس بارش کا پانی جمع ہو گیا وہ آدمی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اس نے (ایک جگہ) دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہے اور اپنے نیلچے سے اس پانی کو (اپنے باغ میں) ادھر ادھر تقسیم کر رہا ہے۔ اس نے اس آدمی سے پوچھا:

اللہ کے بندے تمہارا نام کیا ہے؟

اس نے اپنا نام بتایا اور یہ وہی نام تھا جو اس نے بادلوں سے سنا تھا۔ پھر اس دوسرے شخص نے اس سے پوچھا:

اے اللہ کے بندے تجھے میرا نام پوچھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

اس نے کہا کہ جس بادل سے یہ پانی برسا ہے اس سے میں نے ایک آواز سنی تھی کہ فلاں آدمی کے باغ کو پلاؤ تو وہ تمہارا ہی نام لیا گیا تھا لہذا تم مجھے بتاؤ کہ تم اپنے باغ

کے حوالے سے کیا رویہ اپناتے ہو؟ (کہ تمہارے لیے اللہ کا خصوصی فضل نازل ہوتا ہے)

اس نے کہا اگر تم پوچھنا ہی چاہتے ہو تو سنو:

((فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يُخْرُجُ مِنْهَا فَآتَتْ صَدَقَ بَنِيهِ وَأَكْمَلُ أَنَا وَعَالِي ثَلَاثًا أَرَدْتُ فِيهَا ثَلَاثَةً))
 ”میرے اس باغ کی جو پیداوار ہوتی ہے، اسے میں تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں:
 ایک حصہ میں صدقہ کر دیتا ہوں، ایک حصہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے استعمال
 میں لاتا ہوں اور ایک حصہ اسی باغ پر لگا دیتا ہوں۔“ (۱)

ایک حدیث میں اس طرح بیان ہوا ہے:

((وَأَجْعَلُ ثَلَاثَةً فِي الْمَسَاكِينِ وَالسَّائِلِينَ وَابْنِ السَّبِيلِ))

”میں اس کی پیداوار کا ایک تہائی مسکینوں، سوالیوں اور مسافروں میں تقسیم کر دیتا
 ہوں۔“ (۲)

یہ مسکینوں اور محتاجوں کے ساتھ تعاون اور ان پر صدقہ و خیرات ہی کی برکت تھی کہ اللہ
 تعالیٰ نے خشک سالی کے باوجود اپنے اس نیک بندے کے لیے پانی کا انتظام فرمادیا۔ اللہ
 ہمیں بھی اس طرح کی نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



(۱) [مسلم: کتاب الزہد: باب فضل الانفاق علی المساکین وابن السبیل (ح ۲۹۸۴)]

(۲) [مسلم: ایضاً]

ایک نیکی بخشش کا ذریعہ بن گئی.....!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((يَنْسَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَهُ غُصْنُ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخْرَعَهُ فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ)) (۱)

”ایک شخص کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں اس نے کانٹوں سے بھری ہوئی ایک ٹہنی دیکھی تو اسے راستے سے دور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ (اس کی اسی بات پر) راضی ہو گیا اور اس کی بخشش فرمادی۔“

بعض روایات میں ہے کہ کسی راستے میں ایک درخت تھا جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوا کرتی تھی۔ ایک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! میں اسے راستے سے ہٹا دوں گا تاکہ کسی کو اس سے اذیت نہ ہو چنانچہ اس نے اس درخت کو کاٹ پھینکا اور اسی (عمل کی) وجہ سے وہ جنت کا مستحق بن گیا۔“ (۲)

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا نیکی کا کام ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور حدیث بھی ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل سکھا دیجیے جو میرے لیے باعثِ نفع ہو، تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

((أَعْزِلِ الْآذَى عَنْ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ)) (۳)

”مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دیا کرو۔“

(۱) [بخاری: کتاب الاذان: باب فضل التَّهْجِيرِ إِلَى الطَّهْرِ (ح ۶۵۲) مسلم: کتاب البر: باب

فَضْلُ إِزَالَةِ الْآذَى (ح ۱۹۱۴)] (۲) [مسلم: ایضاً (حدیث ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰)]

(۳) [مسلم: ایضاً (ح ۲۶۱۸)]

اللہ سے خوف کا اظہار..... اور تمام گناہ معاف!

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے (ایک مرتبہ گزشتہ قوموں کا تذکرہ کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ

”اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو مال و دولت اور اولاد کی نعمت سے سرفراز کر رکھا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میں تمہارے لیے کس حیثیت کا باپ تھا؟ بیٹوں نے کہا کہ آپ ہمارے لیے اچھے باپ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس نے کہا کہ میں اللہ کے ہاں نیکیوں کا ذخیرہ نہیں کر سکا اور مجھے ڈر ہے کہ میں اللہ کے ہاں پہنچوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دیں گے لہذا تم ایسا کرنا کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلادینا اور جب لاش جل کر کوئلہ بن جائے تو اسے پیس کر رکھ بنا دینا اور جس دن تند و تیز آندھی آئے اس دن اس راکھ کو آندھی میں اڑا دینا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے اس بات پر اپنے بیٹوں سے پختہ وعدہ لیا اور بچھا! اس کے بیٹوں نے اس کی موت کے بعد ایسا ہی کیا۔ مگر (جب وہ اللہ کے حضور پہنچا تو) اللہ تعالیٰ نے لفظ کُنْ (ہو جا) کہہ کر اسے زندہ فرما دیا اور وہ ایک آدمی کی شکل میں زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا:

اے میرے بندے! بتا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا:

”(یا اللہ!) آپ کے خوف سے!“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا اور (ایک اور روایت میں ہے کہ) اسے معاف

فرمادیا۔“ (۱)

جانور پر رحم کیا..... اللہ نے جنت عطا کر دی!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
 ”ایک شخص راستے میں چل رہا تھا کہ اسے شدت کی پیاس لگی۔ اسے ایک کنواں نظر آیا
 اور اس نے اس میں اتر کر پانی پیا۔ جب وہ باہر نکلا تو وہاں ایک کتا دیکھا جو ہانپ رہا
 تھا اور پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ یہ کتا بھی اتنا ہی
 زیادہ پیاسا معلوم ہوتا ہے جتنا میں تھا۔ چنانچہ وہ پھر کنویں میں اتر آیا اور اپنے موزے
 میں پانی بھر کر اسے منہ سے پکڑ کر اوپر لایا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے
 اس عمل کو پسند فرمایا اور اس کی مغفرت فرمادی۔
 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ رحمہ لی اور نیکی کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے؟
 آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
 ہاں! تمہیں ہر تازہ کلیجے والے (یعنی ذی روح) کے ساتھ نیکی کرنے پر ثواب ملتا
 ہے۔“ (۱)

بعض روایات میں ہے کہ

”بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت تھی۔ ایک دن جب کہ گرمی بڑی سخت تھی، اس نے
 دیکھا کہ ایک کتا پیاس سے ہلاک ہو رہا ہے اور مارے پیاس کے ایک کنویں کے گرد اپنی

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الادب: باب رحمة الناس البہائم..... (ح ۶۰۰۹) صحیح

مسلم (ح ۲۲۴۴) ابو داؤد (ح ۲۵۵۰)]

زبان لٹکائے چکر کاٹ رہا ہے، چنانچہ اس نے اپنا موزا اتار اور اس کنویں سے پانی بھر کر اسے پلا دیا۔ اس کی اس نیکی پر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔^(۱)

یہ تو تھا چھوٹا سائیک عمل اور اس کا اتنا بڑا ثواب کہ بدکارہ کو بھی جنت مل گئی لیکن یہاں یہ بات بھی یاد دہانی چاہیے کہ چھوٹا سا گناہ بھی بسا اوقات انسان کو جہنم میں لے جاتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ذَخَلْتُ امْرَأَةَ النَّارِ فِيْ هِرَّةٍ رَّيْبَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدْعُهَا تَأْكُلْ مِنْ عَشَاشِ الْأَرْضِ))^(۲)

”ایک عورت ایک لمبی کی وجہ سے جہنم میں جا پہنچی، اس نے لمبی کو باندھے رکھا اور اسے نہ تو کھانا دیا اور نہ ہی کھلا چھوڑا کہ وہ کیڑے مکوڑے کھا کر اپنی جان بچا لیتی۔“

اس لیے کسی بھی گناہ کو معمولی اور کسی بھی نیکی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے روز آخرت وہی فیصلہ کن کردار ادا کرنے والی ہو۔ اللہ ہمیں ہر طرح کی نیکی کرنے اور ہر قسم کے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



(۱) [صحیح مسلم (ح ۲۲۴۵)]

(۲) [بخاری: کتاب بدء الخلق: باب اذا وقع الذباب... (ح ۳۳۱۸) مسلم

(۴۳/۷) احمد (۵۰۷/۲) الادب المفرد (۳۷۹)]

صدقہ و خیرات سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں!

اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنے سے انسان پر آئی ہوئیں بلائیں ٹلتیں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ))^(۱)

”صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔“

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لِتُطْفِئَ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَذْفَعُ مِثْنَةَ السُّوءِ))^(۲)

”بلاشبہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غمے کو ٹھنڈا کرتا اور بری موت سے انسان کو بچاتا ہے۔“

صدقہ و خیرات سے گناہ معاف اور عذاب سے نجات مل جاتی ہے!

صدقہ و خیرات سے جس طرح دنیوی مصائب دور ہوتے ہیں اسی طرح یہ صدقہ و خیرات انسان کو آخرت میں جہنم کے عذاب سے بھی نجات دلاتے ہیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر عورتوں سے فرمایا:

((تَصَلُّنَّ فَإِنِّي أُرِيكُمْ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ))^(۳)

”صدقہ کیا کرو کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ جہنم کی اکثریت عورتوں پر مشتمل ہے۔“

(۱) [ترمذی: کتاب الایمان: باب ماجاء فی حرمة الصلاة (ح ۲۶۱۶) ابن ماجہ: کتاب

الفتن (ح ۳۹۷۳)]

(۲) [ترمذی: کتاب الزکاة: باب ماجاء فی فضل الصدقة (ح ۶۶۴)]

(۳) [بخاری: کتاب الحیض: باب ترک الحائض الصوم (ح ۳۰۴) مسلم: الایمان (ح ۸۰)]

معمولی نیکی اور ستر ہزار فرشتوں کی دعائیں!

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص شام کے وقت کسی مریض کی بیمار پرسی کے لیے جاتا ہے، ستر ہزار فرشتے اس کے لیے صبح تک مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جو شخص صبح کے وقت کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے، شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔“^(۱)

اگر کوئی شخص بیمار ہو تو اس کے جاننے والے دیگر قریبی دوست احباب اور رشتہ داروں پر اس کی عیادت اور تیمارداری کرنا ایک شرعی و اخلاقی حق ہے۔ اس سے مریض کو نفسیاتی طور پر سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے بیمار کی عیادت کا اتنا ثواب بیان کیا گیا ہے بلکہ بعض احادیث میں تو اسے بیمار کا حق قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ (اور ایک روایت کے مطابق چھ) حق ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے۔“^(۲)



(۱) [ابوداؤد: کتاب الحنائن: باب فی فضل العیادۃ (ح ۳۰۹۶-۳۰۹۷)] یہ روایت

مرفوعہ و موقوفہ دونوں طرح صحیح اسناد سے مروی ہے۔ دیکھیے: صحیح ابوداؤد (۲۶۵۵)

(۲) صحیح بخاری، کتاب الحنائن، باب الامر بتابع الحنائن (ح ۱۲۴۰)

رزق میں فراخی اور عمر میں درازی کا نسخہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسَيِّطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِي آثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحْمَةً))^(۱)

”جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہیے کہ وہ

صلہ رحمی (یعنی رشتہ داروں سے اچھے تعلقات استوار) کرے۔“

صلہ رحمی کا معنی یہ ہے کہ رشتہ داروں کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے یعنی اگر کوئی رشتہ دار تنگ دست و مجبور ہے تو اس کی حسب استطاعت مدد کی جائے۔ اگر کسی رشتہ دار پر مشکل آ پڑے تو اس کا ساتھ دیا جائے۔ لیکن ہمارے ہاں اس سلسلہ میں بڑی کوتاہی کی جاتی ہے۔ اگر ایک شخص کے پاس مال و دولت آجائے تو وہ اپنے غریب رشتہ داروں کو بھول جاتا ہے، انہیں ملنا گوارا نہیں کرتا، اپنی خوشی وغیرہ کے موقع پر انہیں نظر انداز کر دیتا ہے حالانکہ یہی تو موقع ہوتا ہے کہ اپنے غریب رشتہ داروں کی مدد کی جائے، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے، ان کی مشکلات میں ان کے ساتھ تعاون کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رشتہ داروں سے حسن سلوک اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کی نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



(۱) [بخاری: کتاب الادب: باب من بسط له في الرزق بصلته رحم] (۵۹۸۶)

باب ۳:

نیکی کا انعام!

نیکی اور گناہ کا اصل بدلہ تو روز قیامت دیا جائے گا، جہاں ذرا برابر بھی کسی پر ظلم یا جے انصافی نہیں ہوگی، البتہ اس دنیا میں بھی جس طرح بعض گناہوں کی کچھ نہ کچھ سزا دی جاتی ہے اسی طرح نیکی کا بھی کچھ نہ کچھ انعام دے دیا جاتا ہے تاکہ نیکوکاروں کی بھی حوصلہ افزائی ہو اور گنہگاروں کو بھی درس نصیحت حاصل ہو اسی نوعیت کے چند واقعات آئندہ سطور میں پیش کیے جارہے ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



صدقات و امانت اختیار کرنے کے انعامات

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے زمین خریدی، جس آدمی نے زمین خریدی تھی اس نے اس زمین میں ایک مٹکا پایا جس میں سونا تھا۔ (امانت کا لحاظ رکھتے ہوئے) زمین کا خریدار پہلے شخص سے جا کر کہنے لگا: ”یہ سونا آپ رکھ لیں کیونکہ یہ آپ کی زمین سے نکلا ہے اور میں نے آپ سے فقط زمین خریدی تھی سونا نہیں خریدا۔“

(اگر زمین فروخت کرنے والا بھی امانت دار اور شریف آدمی تھا، وہ) کہنے لگا: ”میں نے زمین اور جو کچھ اس میں تھا سب آپ کو فروخت کر دیا ہے، لہذا میرا اس سونے سے کوئی تعلق نہیں۔“

اس تنازعہ کے فیصلہ کے لیے وہ دونوں ایک دانا آدمی کے پاس حاضر ہوئے۔ اس دانا آدمی نے پوچھا ”کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟“ ان میں سے ایک نے کہا: ہاں میرا بڑا کا ہے۔ اور دوسرے نے کہا: میری ایک لڑکی ہے۔

فیصلہ کرنے والے نے کہا: تم اپنے لڑکے کا نکاح اس کی لڑکی سے کر دو اور یہ سونا ان پر صرف کر دو اور (اگر کچھ باقی بچ جائے تو پھر وہ اللہ کی راہ میں) صدقہ کر دو۔^(۱)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل ہی کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار بطور قرض مانگا تھا۔ اس قرض دینے والے نے کہا: کوئی گواہ لاؤ کہ ان کی گواہی ذال لیں۔

(۱) [بخاری: کتاب الحدیث الانبیاء: باب (۵۴) - ج (۳۴۷۲) صحیح مسلم: کتاب

الافتقار: باب استحباب اصلاح الحاكم بين الخصمين (ج (۱۷۲۱)]

قرض لینے والے نے کہا: ”میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی گواہ ہے۔“

پھر اس نے کہا: ”کوئی کفیل لاؤ۔“

اس نے پھر وہی جواب دیا کہ

”اللہ تعالیٰ ہی بطور کفیل میرے لیے کافی ہے۔“

اس نے کہا:

”تم نے سچ کہا ہے۔“

چنانچہ اس نے اسے ایک ہزار دینار وقت مقررہ کے لیے بطور ادھار سے پکڑا دیے۔

اب وہ ہزار دینار لے کر تجارت کے لیے بحری سفر پر روانہ ہو گیا۔ وہاں جب اس نے اپنا کام مکمل کر لیا تو واپسی کے لیے سواری کی تلاش میں آیا کہ وقت مقررہ پر وہ آ کر امانت لوٹا سکے مگر وہاں کوئی سواری نہ تھی کہ جس پر سوار ہو کر وہ قرض دینے والے کے پاس جاسکے۔ یہ صورت حال دیکھ کر اس نے ایک لکڑی لی اور اسے کرید کر اس میں ہزار دینار اور اپنی طرف سے ایک رقعہ لکھ کر رکھ دیا اور اس کا منہ کیل ٹھونک کر بند کر دیا اور اس کو ہزار دینار کے مالک کی جانب سمندر میں پھینک کر روانہ کر دیا اور ساتھ ہی سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر کہنے لگا:

”اے میرے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں نے فلاں آدمی سے ہزار دینار ادھار لیا تھا،

اس نے مجھ سے کفیل کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا: میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہے اور وہ

اسی پر رضامند ہو گیا اور اس نے مجھ سے گواہ کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا: میرے لیے

میرا اللہ ہی گواہ کافی ہے وہ اس سے بھی راضی ہو گیا۔ پھر میں نے پوری تنگ و دو کی کہ

میں سواری حاصل کر لوں اور اس کے پاس پہنچ کر اس کا دیا ہوا قرض واپس لوٹاؤں مگر

مجھے سواری نہ مل سکی اب میں یہ امانت تیرے سپرد کرتا ہوں۔“

اور پھر اسے سمندر کی لہروں کے حوالے کر دیا اور وہ لکڑی اس میں گم ہو گئی اور خود وہ واپس

چلا گیا، لیکن وہ اسی تلاش میں تھا کہ کہیں ہے اسے اس کے شہر کے لیے سواری مل جائے۔ ادھر اتفاق سے وہ آدمی جس نے ادھار دیا ہوا تھا، وہ (مقررہ تاریخ پر) یہ دیکھنے کے لیے آیا کہ شاید کوئی کشتی میرا مال لانے والے کو لے کر آ رہی ہو۔ وہ کنارے پر کھڑا تھا کہ ایک لکڑی اسے نظر آئی، اس نے یہ سمجھ کر اسے اٹھالیا کہ اس کا ایندھن ہی جلائیں گے مگر اسی میں اس کا مال تھا، جب اس نے اسے پھاڑا تو اس میں اس کا مال (ہزار دینار) موجود تھا اور اس میں ایک رقعہ بھی تھا۔

بعد میں وہ آدمی جس نے قرض لیا تھا وہ بھی اس کے پاس آن پہنچا اور (یہ سوچ کر کہ شاید پہلے اسے دینار نہ پہنچے ہوں) اسے ہزار دینار دیئے لگا اور ساتھ ہی اپنی سرگزشت سناتے ہوئے کہنے لگا: ”اللہ کی قسم! میں نے سواری کی طلب میں بے حد کوشش کی تاکہ آپ کا مال آپ تک پہنچاؤں مگر مجھے کوئی سواری میسر نہ آ سکی۔“

قرض دینے والے نے اس سے کہا: ”کیا آپ نے کوئی چیز میری طرف بھیجی تھی؟“
قرض لینے والے (کا خیال تھا کہ شاید وہ ہزار دینار انہیں نہیں ملے، چنانچہ اس نے دوبارہ کہا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ مجھے سواری میسر نہ آ سکی تھی، اس لیے میں نہ آ سکا۔
قرض دینے والے نے کہا کہ جو مال آپ نے سمندر کے راستے مجھے بھیجا تھا، وہ (ہزار دینار) مجھے مل چکا ہے جو لکڑی میں بند کر کے آپ نے بھیجا تھا۔ لہذا یہ ہزار دینار اب واپس لے جائیے، اللہ آپ کو کامیاب کرے۔“ (۱)

(۱) [بنعزلی: کتاب الکفایۃ فی العلم فی الخیرات و العبدات، ج ۱، ص ۱۰۰]

احمد (ج ۲، ص ۳۹۸، ۳۹۹)

صبر کا پھل میٹھا!

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

”کوئی بھی مسلمان جو مصیبت سے دو چار ہو اور وہ یہ کہے جو اسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یعنی: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
”بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔“
پھر وہ یہ کہے:

((اَللّٰهُمَّ اٰخِرُنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاٰخِرُ لِیْ خَیْرِ اَمْنَتِہَا))

”اے میرے اللہ! میری مصیبت میرے لیے باعث اجر بنادے اور مجھے اس مصیبت کے بدلے میں اس سے بہتر عطا کر دے۔“

جب کوئی شخص یہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عطا کرتے ہیں، جو اس سے چھین گیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں نے (دل میں) کہا کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر مجھے مسلمانوں میں سے کون میرا آئے گا؟!

یہ ان ابتدائی لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی جانب ہجرت کی تھی۔ تاہم میں یہ دعا پڑھتی رہی تو (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اپنے رسول ﷺ جیسی ہستی بے مثال کا انتخاب فرمادیا (یعنی پھر حضور ﷺ سے ان کی شادابی جو گئی)۔ (۱)

صبر کا انعام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے پیدا شدہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا بیمار تھا، انہی دنوں ابو طلحہ کو سفر کے لیے گھر سے باہر جانا پڑا، ان کے پیچھے وہ بیٹا فوت ہو گیا۔ جب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ واپس گھر آئے تو ام سلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم نے جواب دیا کہ وہ پہلے سے زیادہ سکون میں ہے۔ ابو طلحہ نے سمجھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے۔ پھر ام سلیم نے انہیں شام کا کھانا پیش کیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کھانا کھایا، پھر بیوی سے معافیت کی۔ فراغت کے بعد بیوی کو کہنے لگی:

”ابو طلحہ! بتائیں اگر کچھ لوگوں نے کسی گھر والوں سے کوئی چیز ادھار لی ہو، پھر وہ مالک اسے واپس مانگیں تو کیا انہیں وہ واپس کرنی چاہیے یا نہیں؟“

ابو طلحہ کہنے لگے: ”کیوں نہیں! انہیں وہ ضرور واپس کرنی چاہیے۔“

ام سلیم رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ”پھر سنئے کہ آپ کا بیٹا جدا ہو چکا ہے، اب اس تکلیف کو کار ثواب سمجھ کر اس پر صبر کرو۔“

وہ کہنے لگے: عجیب بات ہے! یہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا! ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سیدھے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اور اپنا سارا واقعہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَارَكَ اللَّهُ لَكَ مَنَافَى غَايِرَ لِبَلَدِكُمَا.....))

”اللہ تعالیٰ تماری گزشتہ رات میں برکت کو دے۔“

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میری بیوی امید سے ہو گئی تو وقت آنے پر اس نے بچہ جنم دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس بچے کو اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ ساتھ کچھ کھجوریں بھی تھیں، نبی اکرم ﷺ نے اس بچے کو پکڑا اور فرمایا:

”پاس کوئی چیز ہے؟“

میں نے کہا: ”جی، کھجوریں ہیں۔“

نبی کریم ﷺ نے وہ لیں اور اپنے منہ میں چبا کر نکالیں اور پھر اس بچے کے منہ ڈال کر اسے گھسی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔^(۱)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے:

انصار کے ایک آدمی نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی اس بیوی سے ان کے نوز کے پیدا ہوئے جو سب کے سب قرآن پاک کے حافظ تھے۔^(۲)

یاد رہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا اس رات جو بیٹا فوت ہوا تھا اس کا نام ابو عمیر تھا۔ یہ وہی تھا جس سے نبی ﷺ خوش طبعی فرماتے تھے۔ اس کی چڑیا مر گئی تھی تو نبی کریم ﷺ خوش طبعی سے فرمانے لگے:

((يا ابا عمير ما فعل النغير))^(۳)

اے ابو عمیر! تمہاری چڑیا کو کیا ہوا؟!



(۱) [بخاری: کتاب العقیقة: باب تسمیة المولود غداة یولد (ج ۵۴۷-۱۳۰۱)]

کتاب الاداب: باب استحباب تحنیک المولود..... (ج ۲۱۴۴) کتاب الاداب: باب

باب من فضائل ابی طلحة الانصاری (ج ۱۰۷-۲۱۴۴)

(۲) [بخاری: کتاب الحنائن: باب من لم یظهر حزنه عند المصیبة (ج ۱۳۰۱)]

(۳) [بخاری: کتاب الادب: باب الانبساط الی الناس (ج ۲۹-۶۶)]

تنگ دستوں سے حسن سلوک کا انعام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”ایک آدمی کا تاجر تھا اور ہر طرح کے لوگوں کے ساتھ اس کا وسیع لین دین تھا۔ اس نے اپنے ملازم سے کہہ رکھا تھا کہ ”اگر کوئی تنگ دست آئے تو اس سے درگزر فرماتا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائیں گے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جب وہ فوت ہوا اور وفات کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اسے معاف کر دیا۔“^(۱)

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”فرشتوں نے تم سے پہلے دقتوں کے ایک آدمی کی روح قبض کی اور اس سے دریافت کیا، کیا تو نے کبھی کوئی نیکی کی ہے؟ اس نے کہا: نہیں!“

انہوں نے کہا: پھر بھی یاد کرو شاید کوئی نیکی کبھی کی ہو؟ اس نے پھر کہا: میں نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی، ہاں البتہ اتنا ہے کہ میں لوگوں سے کاروبار کیا کرتا تھا اور میں نے اپنے ملازموں سے یہ کہہ رکھا تھا کہ ”کشادہ دست کو بھی مہلت دے دو اور جو تنگ دست ہو اس سے بھی صرف نظر کرو۔“ (اگر میری کوئی نیکی ہے تو پھر) یہ ایک نیکی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے صلہ میں اسے معاف کر دیا۔“^(۲)

(۱) [صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: (باب ۱۵۴-ح ۳۴۸۰)]

(۲) [بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب ما ذکر عن بنی اسرائیل (ح ۳۴۵۱-ح ۲۰۷۲)]

مسلم: کتاب المساقاة: باب فضل انظار المعسر (ح ۱۵۶۰، ۱۵۶۱)

سچائی ہی ذریعہ نجات ہے!

حضرت لعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوہ تبوک کہ جس میں میرے والد صاحب شریک نہ ہو سکے تھے، کا تفصیلی واقعہ ان کی زبانی سنا۔ میرے والد کعب رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں:

میں کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت سے کبھی بھی پیچھے نہیں رہا، صرف غزوہ تبوک ایسا ہے جس میں میں رہ گیا تھا یا پھر غزوہ بدر میں میں شریک نہ ہو سکا۔ بدر میں شرکت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس میں شریک نہ ہونے والوں پر کوئی سرزنش نہ تھی، اس رخصت کی وجہ سے میں اس میں شریک نہ ہوا کیونکہ غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کا مقصد قریش کے قافلہ تجارت کو پکڑنا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اور آپ کے دشمنوں کے درمیان اتفاقاً جنگ کرا دی۔

پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں بیعت عقبہ کی شب بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، یہ وہ زمانہ تھا جب ہم اسلام پر جانثاری کے بعد ایمان باندھ رہے تھے۔ اس وجہ سے میرے نزدیک اس عقبہ والی رات میں بنی کریم ﷺ کے ساتھ شرکت کرنا مجھے بدر میں شریک معرکہ ہونے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ اگرچہ معرکہ بدر میں شرکت لوگوں کے ہاں زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے۔“

پھر کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں اس غزوہ تبوک سے پیچھے رہا تو اس وقت میں جتنا خوشحال اور صاحب قوت تھا، پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ اس سے پہلے مجھے کتنی تیز دوڑیں سواریاں

میسر نہ آئی تھیں جتنی اس غزوہ کے وقت میسر تھیں۔ رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ کے لیے جانے کا ارادہ کرتے تو (جنگی چال کے تحت) اس کے مخالف جانب اشارہ فرماتے تھے۔ اس غزوہ میں سخت گرمی تھی، سفر لمبا تھا اور گھنے بیاباں درمیان میں آتے تھے اور بہت سے دشمنان اسلام بھی راستے میں پڑتے تھے۔ اس مرتبہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے جس جانب روانہ ہونا تھا، دو ٹوک اس کا اعلان فرمادیا۔ آپ ﷺ کے رفیقان سفر کی تعداد بہت زیادہ تھی، یہاں تک کہ وہ کسی رجسٹر میں نہ سماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ جب اس غزوہ میں جارہے تھے تو حالت یہ تھی کہ باغوں کے پھل تیار ہو چکے تھے اور گرمی کی وجہ سے سائے بہت بھلے لگتے تھے۔ مسلمان رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تیاری کر رہے تھے۔ میں خود بھی صبح وشام تیاری میں مصروف ہوا چاہتا تھا مگر (غزوہ میں جانے کے متعلق) ابھی کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا۔ میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ کوئی بات نہیں، میں اس کی طاقت رکھتا ہوں کہ جب جانا چاہوں فوراً تیاری کر لوں گا۔ یہ سوچ ہی میری سستی کا باعث بن گئی اور میں لمبا وقت اسی سوچ میں رہا۔ اب رسول اللہ ﷺ اور مسلمان جہاد کے لیے جارہے تھے جبکہ میں اپنی تیاری کا ابھی تک کوئی فیصلہ نہ کرے کا تھا، پھر کل بھی اسی طرح گزر گئی، حالانکہ میں نے کہا تھا کہ اگر میں آج تیاری کرتا ہوں تو پھر بھی ایک دو دن بعد میں لشکر سے جا ملوں گا۔ لشکر کے جانے کے بعد بھی میں نے تیاری کی کوشش کی مگر میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ میں آج کل ہی میں رہا اور لشکر برق رفتاری سے جانبِ تبوک چلا گیا اور یوں غزوہ میں شرکت کے معاملہ میں مجھ سے کوتاہی سرزد ہو گئی۔ بعد میں بھی میں نے ارادہ کیا کہ ابھی کوچ کر جاؤں اور لشکر کو جا ملوں، کاش! میں ایسا کر لیتا مگر میرے نصیب میں یہ نہیں تھا۔

اب رسول اللہ ﷺ کے تبوک پہ روانہ ہونے کے بعد، جب میں لوگوں میں گھومتا تو جتنے یہ دیکھ کر بہت دکھ اور افسوس ہوتا کہ مدینہ میں غزوہ سے پیچھے یا تو لوگ رہے تھے جو

مناقت میں مبتلا تھے پھر وہ لوگ تھے جن کو خیف و لاغر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جہاد سے رخصت دے رکھی تھی۔

ادھر مجھے پتہ چلا کہ میری غیر حاضری کا علم رسول اللہ ﷺ کو بتوک میں پہنچ کر ہوا تھا۔ آپ نے وہاں لوگوں سے کہا: ”پتہ نہیں کعب نے کیا کیا ہے۔ کیوں شریک نہیں ہوا؟“ بنو سلمہ کے ایک آدمی نے کہا:

”یا رسول اللہ! اس کی دو چادروں نے اسے روک لیا ہے۔“

[یعنی وہ بہترین پوشاک زیب تن کئے ہوگا، یہ تن آسانی اسے کیسے میدان جہاد میں آنے دیتی؟]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا:

”بھائی! آپ نے بہت نامناسب گفتگو کی ہے۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں تو ان کے متعلق حسن ظن ہے۔“

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ خاموش ہو گئے۔

پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لانے ہی والے ہیں۔ اب تو میں غم کے سمندر میں ڈوب گیا، جھوٹے بہانوں کی ایک ریل میری یادداشت میں چلنے لگی اور میری سوچ کا محور ہی یہ تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی سے کیسے بچ سکتا ہوں؟ اس بارے میں جو بھی میرے اہل خانہ سے صاحب رائے تھا، اس سے میں نے مشورہ کیا کہ میں کیا کروں۔ کیسے بات کروں؟ کیا عذر پیش کروں؟

جب رسول اللہ ﷺ کی آمد کا وقت بالکل قریب ہوا تو جو بھی جھوٹی طمع سازی کے خیال پیدا ہو رہے تھے، سب دور ہو گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں جھوٹ کے ذریعہ کبھی بڑا اس مشکل سے نہیں نکل سکتا۔ لہذا میں نے سچ بولنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ جب صبح اللہ کے رسول ﷺ واپس مدینہ میں تشریف لائے تو اپنی عادت مبارکہ کے مطابق سفر سے مراجعت کے

بعد سب سے پہلے آپ ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے، اس میں دو رکعت نماز ادا کی اور عوام الناس سے میل ملاقات کے لیے بیٹھ گئے۔ جو غزوہ سے پیچھے رہنے والے تھے وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر گھڑنے اور قسمیں کھانے لگے۔ یہ تقریباً سی (۸۰) سے کچھ زیادہ آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ظاہری حالات قبول کر کے ان سے بیعت لیتے اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرما کر ان کو رخصت کر دیتے اور ان کے اندرونی حالات اللہ کے سپرد کر دیتے۔

جب میں آپ کے ہاں حاضر ہوا، اور سلام کیا تو آپ ﷺ غصے کے انداز میں زیر لب مسکراتے ہوئے کہنے لگے:

”کعب بن مالک! قریب آ جاؤ، اور بتاؤ، پیچھے کیوں رہ گئے تھے؟ کیا سواری نہ خرید رکھی تھی؟!“

میں نے عرض کیا:

”اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایسی قوت گویائی دی گئی ہے کہ اگر میں آپ کے علاوہ دنیا کے کسی بھی فرد کے سامنے بات چیت کرنے بیٹھا ہوتا تو ایسا عذر پیش کرتا کہ وہ خوش ہو جاتا اور میں اس کی ناراضگی سے پہلو تہی کرتے ہوئے بچ نکلتا لیکن اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں، مجھے معلوم ہے میں جس مقدس ہستی کے سامنے بیٹھا ہوں اگر آج غلط بیانی اور چرب لسانی سے کام لے کر اسے راضی کر لوں گا، تو عنقریب اللہ تعالیٰ (دجی کے ذریعہ) حقیقت حال کھول دے گا۔ میں عجیب کشمکش میں ہوں، اگر میں سچ بات کرتا ہوں تو آپ مجھ سے ناراض ہوں گے، لیکن سچائی میں مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے عفو و درگزر کی امید ضرور ہے۔ حضور ﷺ! اللہ کی قسم! آپ سے پیچھے رہنے میں میرا کوئی عذر نہیں، بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو خوشحالی اور قوت اب عطا کی ہے یہ پہلے کبھی بھی میسر نہ آئی تھی۔“

میری بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کعب نے سچ بولا ہے۔ کعب جاؤ اور اب اللہ کے حکم کا انتظار کرو۔“

کعب کہتے ہیں کہ میں وہاں سے چل دیا تو بنو سلمہ قبیلہ کے کئی لوگ میرے پیچھے ہو گئے اور مجھ سے کہنے لگے:

”کعب! ہماری علم میں آپ نے اس سے پہلے کبھی گناہ نہیں کیا، کیا آپ ان عذر پیش کرنے والے (منافقوں) سے بھی بے بس ہیں؟ آپ بھی کوئی عذر بنا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیتے؟

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”انہوں نے مجھے اتنا ابھارا کہ میں بیان بدلنے پر آمادہ ہو گیا مگر بڑی مشکل سے میں نے خود پر قابو پایا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: ”اس معاملہ میں کوئی میرے اور ساتھی بھی زیر عتاب ہیں؟“ انہوں نے بتایا: ”ہاں دو آدمی اور بھی ہیں، انہوں نے بھی آپ کی طرح سچائی ہی کا راستہ اختیار کیا ہے اور انہیں بھی وہی جواب ملا ہے جو آپ کو ملا۔“

میں نے کہا: وہ کون ہیں؟

لوگوں نے بتایا: ”مرارہ بن ربیع عمری اور حلال بن امیہ واقفی۔“

جب ان دو آدمیوں کا مجھے پتہ چلا جو دونوں بدری تھے، تو میں نے انہیں اپنے لیے نمونہ قرار دیا اور ان کا سن کر مجھے کچھ حوصلہ ہوا، چنانچہ میں گھر چل دیا۔ ادھر آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو ہم مینوں سے قطع تعلقی کا حکم جاری فرما دیا۔ لوگوں نے فوراً اس پر عمل درآمد کیا اور ہمارے ساتھ گفتگو سے اجتناب کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے رویے تبدیل ہو گئے۔ حالت یہ ہو گئی کہ مدینہ طیبہ کی سرزمین ہمارے لیے یوں اجنبی ہو گئی جیسے ہم یہاں کبھی بے ہی نہ تھے۔

پچاس دنوں تک ہماری یہی حالت رہی۔ میرے دونوں ساتھی تو بہت ہار کر گھر والوں میں بیٹھ گئے اور زار و قطار رونے لگے، میں ان کی نسبت مضبوط اور نوجوان تھا۔ میں باہر آتا

اور مسلمانوں کے ساتھ عبادت میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں بھی گھوم پھر لیتا تھا، مگر مجھ سے کوئی بات کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں حاضر ہوتا، نماز کے بعد سلام کہتا اور دل میں کہتا شاید آپ کے مبارک لبوں نے جواب لوٹانے کے لیے جنبش فرمائی ہے یا نہیں؟ اور میں آپ کے قریب ہی نماز ادا کرتا اور کُن اُکیوں سے نظریں چرا کر آپ کی طرف دیکھتا۔

جب ساتھیوں کی بے رخی طویل ہو گئی تو میں ابوققادہ رضی اللہ عنہ کے ایک باغ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ یہ میرے چچا کے بیٹے اور بہت ہی پیارے دوست بھی تھے۔ میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا:

”ابوققادہ رضی اللہ عنہ! میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا آپ جانتے نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔“

وہ اب بھی خاموش رہے، میں نے دوبارہ اللہ کا واسطہ دیا مگر وہ پھر بھی خاموش رہے۔ میں نے تیسری بار اللہ کا واسطہ دیا مگر ان کی مہر خاموشی نہ ٹوٹی، البتہ انہوں نے بس اتنا کہا:

”اللہ یا پھر اس کے رسول ﷺ ہی جانتے ہیں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

ان کی اس بے اعتنائی پر میری آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، میں دیوار سے اترا اور واپس ہولیا۔ اسی دوران میں مدینہ کے بازاروں میں سرگرداں پھر رہا تھا کہ ایک بڈو جس کا تعلق شام سے تھا، اور وہ مدینہ میں اپنا تاج فروخت کرنے آیا تھا، کہہ رہا تھا:

”کون ہے جو مجھے بتائے کہ کعب بن مالک کہاں ہے؟“

لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا، جب وہ میرے نزدیک آیا تو اس نے مجھے خسان کے عیسائی بادشاہ کا ایک خط جو میرے نام تھا، دیا۔ اس خط میں یہ درج تھا:

”مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے ساتھی محمد ﷺ نے آپ سے بے رخی اختیار کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بے وقعت نہیں بنایا کہ آپ یونہی ان گلیوں میں بے کار

ضائع ہو جائیں۔ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں، ہم آپ کی آپ کے شایان شان خاطر داری کریں گے۔“

جب میں نے یہ خط پڑھا تو خیال کیا کہ یہ بھی ایک سخت آزمائش ہے۔ اس شخص کے سامنے ہی میں وہ رقعہ لے کر تنور پر پہنچا اور اسے جلا کر رکھ بنا دیا۔ اور یہی اس کا جواب تھا۔ جب چالیس روز بیت گئے تو اچانک کیا دیکھتا ہوں رسول اللہ ﷺ کا ایک پیغام رساں میرے ہاں آتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے کہا:

”کیا کروں؟ طلاق دوں یا.....؟“

اس نے کہا: ”نہیں اس سے علیحدہ رہو اور قریب مت جانا۔“

میرے علاوہ اس غزوہ سے پیچھے رہنے والے باقی دونوں ساتھیوں کے پاس بھی یہی پیغام پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی سے کہا: ”میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ اس بارے میں کوئی فیصلہ نہ فرمادیں وہیں رہنا۔“

ادھر حلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی:

”اے اللہ کے رسول ﷺ! حلال بن امیہ تو نہایت بڑھا ہے۔ اس کا کوئی خادم بھی

نہیں۔ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں اس کی خدمت کرتی رہوں؟“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں! لیکن ایک خیال رکھنا وہ تمہارے قریب نہ آئے۔“ وہ کہنے لگی۔

”اللہ کی قسم! وہ تو بے حس و حرکت پڑے ہیں اور مسلسل رو رہے ہیں۔ وہ بھلا کیا قریب

آئیں گے!“

حضرت کعب بن جحشؓ فرماتے ہیں: گھر والوں میں سے مجھے ایک نے یہ مشورہ دیا کہ آپ

بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیوی کے بارے میں اجازت طلب کر لیں جس طرح حلال بن امیہ نے اپنی بیوی کے لیے اجازت طلب کی ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں اجازت طلب نہیں کروں گا، مجھے کیا معلوم! میری اجازت طلبی پر رسول اللہ ﷺ کا کیا رد عمل ہوگا کیونکہ ہلال تو بوڑھے تھے اور میں نوجوان ہوں۔“

پھر کعب کہتے ہیں:

جب دس راتیں اور بیت گئیں اور ہم سے بائیکاٹ کے پچاس روز مکمل ہو گئے تو اس روز میں چھت پر فجر کی نماز پڑھ چکا تھا اور ذکر الہی میں مشغول تھا مگر حالت یہ تھی کہ میں اپنی جان سے بھی تنگ پڑ گیا تھا اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو رہی تھی کہ اچانک میں نے 'سُلْع' پہاڑ کی جانب سے سنا کہ ایک پکارنے والا اس پر چڑھ کر پکار رہا ہے:

”اے کعب! خوش ہو جاؤ!“

کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”میں وہیں سجدہ ریز ہو گیا، مجھے یقین تھا کہ اب آزمائش ختم ہو گئی ہے اور کشادگی کے دن آ گئے ہیں۔ نماز فجر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہماری توبہ کا اعلان فرمایا۔ لوگ ہمیں مبارک باد دینے لگے اور میرے ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری دینے والے چلے گئے اور میری جانب ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور پہاڑ پر چڑھ دوڑا اور مبارک باد دینے لگا۔ اس کی آواز اس کے گھوڑے سے بھی زیادہ تیز رفتار تھی۔ جب میرے پاس خوشخبری دینے والا پہنچا تو میں نے اس خوشی میں اپنا لباس اتار کر اسے دے دیا۔ اس لباس کے سوا میرے پاس اس وقت اور کوئی چیز میسر نہ تھی، میں نے کسی سے مانگ کر لباس زیب تن کیا اور رسول اللہ ﷺ کی جانب چل دیا۔ راستے میں لوگ بڑی گرجوٹی سے مجھے مل رہے تھے اور توبہ کی قبولیت پر مبارکباد دے رہے تھے۔“

کعب بن جحش فرماتے ہیں:

میں مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف فرماتے۔ آپ کے ارد گرد لوگ جمع تھے۔ طلحہ بن عبید اللہ بن جحش کھڑے ہو کر مجوشی سے میرے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور مجھے مبارک باد پیش کرتے ہیں، مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی ایسے جوش و خروش سے مجھے نہ ملا تھا۔ طلحہ بن جحش کا یہ انداز ملاقات میں کمی نہیں بلا سکتا۔

کعب بن جحش کہتے ہیں: میں نے داخل ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ کو سلام کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے نہایت خوشی سے فرمایا: ”اے کعب! جب سے تیری ماں نے تجھے جنم دیا ہے تب سے آج تک اس سے بہتر دن تجھے نصیب نہ ہوا ہوگا۔ آج تمہارے لیے بشارت ہے۔“ میں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! کیا یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟“ آپ نے فرمایا: نہیں! یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔“

کعب فرماتے ہیں کہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو خوشی کا پیغام ملا تو آپ کا رخ زیبا اس قدر نور برسانے لگا کہ گویا کہ ماہتاب کا ٹکڑا ہے۔ یہ آپ کے خوش ہونے کی علامت تھی۔ جب میں آپ کے سامنے دوڑا تو بیٹھ گیا تو میں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے صدقہ کر دوں؟“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”بہتر یہ ہے کہ مال کا کچھ حصہ اپنے پاس بھی رکھو۔“

میں نے کہا: ”میں اپنا خیر والا حصہ رکھ لیتا ہوں۔“

پھر میں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے سچائی کی بدولت نجات ملی ہے۔ اب میں عہد کرتا ہوں کہ پوری زندگی سچ پر کاربند رہوں گا۔ کعب فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے میں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا تب سے میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نوازا ہو جتنی نوازشات اس کی مجھ

پرچ بولنے کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ اور جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے رو برو عہد کیا ہے تب سے آج تک میں نے جھوٹ کا ارادہ تک بھی نہیں کیا اور مجھے کامل امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بقیہ زندگی بھی جھوٹ سے محفوظ رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر ہمارے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی تھی:

﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْلِمَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبَ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ وَعَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذَا ضَلَّتْ أَرْضُ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَيْهِمْ إِذَا ضَلَّتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [التوبہ: ۱۱۷ تا ۱۱۹]

”بے شک اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو معاف کر دیا اور مہاجرین اور انصار کو جنہوں نے سخت وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا جب کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھ کا شکار ہو گئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو (دوبارہ) معاف کیا کیونکہ وہ ان پر بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے اور (اللہ نے) ان تین شخصوں کو (بھی معاف کر دیا) جو ڈھیل میں ڈال دیئے گئے تھے، یہاں تک کہ جب زمین (اتنی) کشادہ ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جان ان پر تنگ ہو گئی اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ (کے عذاب یا غصے) سے کہیں پناہ نہیں مگر اسی کے پاس۔ بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

حضرت کعب بن جحشؓ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! مجھ پر اللہ تعالیٰ کا اسلام کے بعد سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ کہا، جھوٹ نہ کہا اور نہ میں بھی جھوٹوں کی مانند تباہ ہو جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (اس جنگ تبوک کے موقع پر) جھوٹ بولنے والوں کو بہت برا قرار دیا، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لَتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ حِزًّاۙ اِمَّا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لَتَرْضُوا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ [التوبہ: ۹۵-۹۶]

”(مسلمانو!) جب تم ان (منافقوں) کے پاس لوٹ جاؤ گے تو یہ تم سے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ ان سے درگزر کرو۔ اچھا تو تم ان سے الگ ہی رہو۔ کیونکہ یہ گندے (ناپاک) ہیں اور جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے اس کے بدلہ میں ان کا ٹھکانہ دوزخ میں ہے۔ وہ قسمیں اس لیے کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، اگر تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ تو (پھر بھی ان) فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہو سکتا۔“

حضرت کعب بنی اشجہؓ فرماتے ہیں:

ہم تین صحابہ تھے جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا تھا جبکہ ان منافقوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے قسمیں کھائیں تو ان کی بات آپ نے قبول کر لی۔ ان سے بیعت بھی لی اور ان کے لیے استغفار بھی کیا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے کہا ”وہ تین جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا۔“

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا غزوہ تبوک میں مؤخر رہنے کا ذکر کیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھائیں اور عذر لنگ پیش کئے، انہیں تو آنحضرت ﷺ نے قبول فرما کر اسی وقت چھوڑ دیا تھا مگر ان کے مقابلہ میں ہماری توبہ کا معاملہ (پچاس دن تک) مؤخر رہا تھا۔“ (۱)



(۱) [صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب حدیث کعب بن مالک (ح ۴۴۱۸) صحیح

مسلم: کتاب التوبہ: باب حدیث کعب بن مالک وصاحیہ (ح ۲۷۶۹)]

تقویٰ کی برکتیں

ایک نوجوان تھا جو تھا تو متقی مگر ذرا اس میں غفلت تھی۔ وہ کسی شیخ کے پاس طلب علم کے لیے گیا۔ جب اس نے شیخ سے علم کا کافی حصہ حاصل کر لیا تو شیخ نے اس سے اور اس کے دوسرے ساتھیوں سے کہا:

”بیٹو! اب لوگوں کا دستِ مگر بن کر نہ رہنا کیونکہ جو عالم دنیا داروں کے سامنے وسیع سوال پھیلاتا ہے اس سے خیر کی توقع نہ کی جاسکتی۔ اب تم سب چلے جاؤ اور وہ ہنر اختیار کرو جو تمہارے باپوں نے اختیار کر رکھا تھا، اور اس میں اللہ کا خوف مد نظر رکھنا۔“

گھر واپس آنے کے بعد وہ نوجوان اپنی والدہ کے پاس گیا اور اس سے پوچھنے لگا کہ میرے ابا جان کیا کام کیا کرتے تھے۔ اس کی ماں بے چین سی ہو گئی اور کہنے لگی:

”تیرا باپ تو رب کی جوار رحمت میں چلا گیا ہے مگر بتا تجھے باپ کے کام کے متعلق کیوں دریافت کرنا پڑا ہے؟“

وہ ماں کے سامنے اصرار کرتا رہا، مگر ماں ثالثی رہی، مگر جب بات کرنے پر اس لڑکے نے مجبور کر دیا تو اس کی ماں نے بادلِ نخواستہ کہا: ”تیرا باپ چور تھا!“

پھر لڑکے نے بتایا کہ: ”اصل بات یہ ہے کہ ہمارے شیخ نے ہمیں کہا تھا کہ تم میں سے ہر ایک اپنے باپ کا پیشہ اختیار کرے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا (تقویٰ) خوف پیش نظر رکھے“

ماں نے کہا:

”بیٹا! فوس ہے بھلا چوری کے پیشے میں تقویٰ کا کیا کام؟!“

لڑکا ذرا موٹی عقل کا تھا ماں سے کہنے لگا:

”بس میرے شیخ نے یہی کہا ہے، اور میں یہی پیشہ اختیار کروں گا۔“

اب وہ گیا، اور محلے کے چوروں سے چوری کے کر سیکھنے لگا، اور معلومات لیتا رہا، یہاں تک کہ اسے چوری کرنے میں مہارت حاصل ہو گئی۔ ایک دن اس نے چوری کا سامان تیار کیا، عشاء کی نماز پڑھی اور اندھیرا پھیلنے کے انتظار میں بیٹھ رہا، یہاں تک کہ لوگ سو گئے۔ اب وہ اپنے باپ والے ’پیٹے‘ میں مشغول ہونے والا تھا کیونکہ اس کے خیال میں یہ اس کے شیخ کی نصیحت تھی، جس پر وہ عمل کرنا چاہتا تھا!

اس لڑکے نے سوچا کہ چوری کا آغاز اپنے مسائے کے گھر سے کرنا چاہیے مگر اس سوچ کے ساتھ جب وہ لڑکا اپنے مسائے کے گھر میں داخل ہونے لگا تو اسے یاد آیا کہ شیخ نے ساتھ تقویٰ کا حکم بھی دیا تھا اور بڑی کواذیت دینا تو تقویٰ نہیں ہو سکتا، چنانچہ یہ سوچ کر وہ اس گھر کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔

اب وہ دوسرے گھر میں جانے لگا، تو دل میں خیال آیا کہ ”یہ تو قییموں کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے قییموں کا مال کھانے سے روکا ہے۔“ یہ سوچ کر وہ اس گھر میں بھی داخل نہ ہوا۔ وہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ ایک مالدار تاجر کے گھر پہنچا جہاں کوئی چوکیدار بھی نہ تھا۔ اس نے لوگوں سے سن رکھا تھا کہ اس گھر کے مالک کے پاس بڑا مال ہے۔ کہنے لگا: ”یہاں سے اپنے کام کا آغاز کرتا ہوں“ چنانچہ وہ باہر کے بڑے دروازے کو چابیاں لگا کر کھولنے کی کوشش کرنے لگا، بلا خراس نے دروازہ کھول لیا، اندر داخل ہوا تو دیکھتا ہے بہت وسیع و عریض گھر ہے اور اس میں بہت سے کمرے ہیں۔ وہ اس گھر میں گھومتا رہا اور مال تلاش کرنے لگا حتیٰ کہ وہ مال والی جگہ تک پہنچ گیا۔ وہاں اس نے ایک صندوق کھولا تو اس میں سونا، چاندی، اور بے شمار نقدی تھی۔ جب اس نے وہاں سے مال اٹھانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا تو ساتھ ہی اسے یاد آ گیا کہ شیخ نے حکم دیا تھا کہ تقویٰ اختیار کرنا اور ہو سکتا ہے اس تاجر نے زکوٰۃ ہی نہ نکالی ہو، لہذا پہلے تو ہمیں اس کی زکوٰۃ نکالنی چاہیے۔

یہ سوچ کر اس نے کچھ نقدی کی دفتریاں لیں اور ایک چھوٹا سا دیا جلا کر انہیں ساتھ لے آیا۔ اور ایک جگہ بیٹھ کر ان دفتریوں کو پلٹنے اور شمار کرنے لگا۔ وہ حساب کا ماہر تھا، اس نے مال شمار کیا اور اس کی متعلقہ زکوٰۃ الگ رکھ لی۔ دفتریاں چونکہ بہت زیادہ تھیں اس لیے اسے زکوٰۃ کی مقدار علیحدہ کرنے اور حساب کتاب کرنے میں کئی گھنٹے گزر گئے، جب اس نے غور کیا تو دیکھا کہ فجر طلوع ہو چکی ہے۔ کہنے لگا:

اللہ کا خوف اور تقویٰ تقاضا کرتا ہے کہ پہلے نماز ادا کی جائے، چنانچہ وہ گھر کے صحن میں گیا، وہاں موجود ایک تالاب سے وضو کیا اور جہری آواز سے نماز شروع کر دی۔ ادھر گھر کے مالک نے اس کی قرأت سنی تو ادھر متوجہ ہوا۔ دیکھا تو یہ منظر اسے بہت ہی عجیب و غریب لگا کہ دیا جل رہا ہے، اور مال والے صندوق کھلے ہوئے ہیں اور ایک آدمی نماز میں مشغول ہے۔ اس کی بیوی بھی وہاں آ پہنچی، اس منظر کو دیکھ کر اس نے کہا: ”یہ کیا ماجرا ہے؟“

گھر کا مالک کہنے لگا:

”اللہ کی قسم! مجھے کچھ بھائی نہیں دے رہا۔“

پھر وہ اس چور لڑکے کے پاس گیا اور کہنے لگا:

”بہت افسوس ہے بھائی! آپ کون ہو؟ اور یہ کیا کر رہے ہو؟“

چور نے کہا:

”پہلے نماز، بعد میں بات۔ لہذا آگے ہو کر نماز پڑھائیں کیونکہ امامت کا حقدار گھر کا مالک

ہوتا ہے۔“

گھر کا مالک تو خوف زدہ تھا کہ کہیں یہ مسلح نہ ہو، چنانچہ وہ اس کی بات مان گیا۔ لیکن اللہ

ہی کو معلوم ہے اس نے کیسے نماز ادا کی۔ جب نماز مکمل ہو گئی تو گھر والے نے کہا:

”اب مجھے بتاؤ تم کون ہو اور کیا لینے آئے ہو؟“

اس لڑکے نے کہا:

”میں چور ہوں۔“

مالک نے کہا: ”آپ میری ان دفتروں کے ساتھ کیا کر رہے تھے؟“

چور نے کہا:

”میں اس کی چھ سال کی زکاۃ، جو آپ نے نہیں دی شمار کر رہا تھا اور میں نے ابے

شمار کر کے الگ کر دیا ہے تاکہ اس کو اس کے مصرف میں استعمال کیا جاسکے۔“

گھر کا مالک تعجب سے پاگل ہو رہا تھا۔ اس نے کہا:

”تجھے کس طرح پتہ ہے کہ چھ سال کی زکاۃ نہیں دی گئی؟ کہیں تو پاگل تو نہیں ہے؟!“

لیکن اس لڑکے نے فوراً سب کچھ ثابت کر بتایا۔ جب تاجر نے اس کی بات سنی اور اس

کے حساب کا ضبط دیکھا اور سچی گفتگو دیکھی اور اپنے مال کی زکاۃ ادا کرنے کا قاعدہ دیکھا تو

بیوی کے پاس جا کر بات چیت کی، اس مالک کی ایک بیٹی بھی تھی چنانچہ وہ مالک واپس آیا

اور اس چور سے کہا:

”اگر آپ پسند کریں تو میری بیٹی ہے میں آپ کے ساتھ اس کی شادی کر دوں اور آپ

کو اپنا سیکٹری رکھ لوں۔ آپ کو اور آپ کی امی کو میں اپنے گھر رکھ لوں اور اس کا ہجار میں

شریک کر لوں۔“

اس چور نے کہا:

”مجھے قبول ہے۔“

صبح ہوئی تو گواہوں کو اطلاع دی گئی اور اس کا اس لڑکی سے عقد نکاح باندھ دیا گیا۔ اس

طرح تقویٰ اور سچ کی بدولت چور اس گھر کا مالک بن گیا۔^(۱)



(۱) [از قلم: علامہ طنطاوی بحوالہ: من ترك لله شيئا]

ایثار کا انعام

معروف تاریخ نگار علامہ واقدی سے منقول ہے کہ

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں سخت تنگدستی کا شکار ہو گیا۔ ادھر رمضان المبارک بھی شروع ہو چکا تھا، اور میرے پاس کوئی خرچہ نہ تھا۔ میں بہت دل برداشتہ ہوا، میں نے اپنے ایک دوست کو خط لکھا جو کہ علوی (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب) تھا، اور اس سے میں نے ایک ہزار درہم بطور قرض مانگے۔ اس نے ایک مہر زدہ تھیلی میں ایک ہزار درہم بند کر کے میرے پاس بھیج دیئے، میں نے ان کو اپنے پاس رکھ چھوڑا۔

اسی دن پچھلے پہر ایسا ہوا کہ میرے ایک اور دوست کا میرے نام رقعہ آ گیا، اسے پڑھا تو وہ بھی مجھ سے مطالبہ کر رہا تھا کہ میں اس سے رمضان المبارک کے لیے ایک ہزار درہم کا تعاون کروں۔ چنانچہ میں نے وہی مہر زدہ تھیلی اسی طرح اس کی جانب بھیج دی۔

جب دوسرا دن ہوا تو میرے پاس میرا وہ دوست آیا جس نے مجھ سے قرض لیا تھا، اور اس کے ساتھ وہ علوی شخص بھی آ گیا جس سے میں نے قرض مانگا تھا۔ علوی نے مجھ سے درہموں کے متعلق دریافت کیا، تو میں نے کہا:

”میں نے انہیں اہم کام میں صرف کر دیا ہے۔“

اس نے مہر والی تھیلی نکالی، اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا:

”اللہ کی قسم! یہ ماہ مبارک قریب آ رہا ہے اور میرے پاس صرف یہی درہم تھے جب آپ نے میری جانب رقعہ لکھا تو میں نے یہ آپ کی خدمت میں بھیج دیئے۔ اس کے بعد میں نے اپنے اس دوست کو لکھا کہ مجھے ایک ہزار درہم قرض چاہئے تو اس نے یہی تھیلی مجھے

ارسال کر دی۔ میں نے اس سے حقیقتِ حال پوچھی تو اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اب ہم آئے ہیں کہ اسے تینوں باہم مل کر تقسیم کر لیں اور اپنی ضروریات کے لیے انہیں خرچ کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے رزق میں فراخی و کشادگی پیدا کر دیں۔

واقدی کہتے ہیں کہ میں نے ان دونوں سے کہا:

ہمیں کیا معلوم ہم میں سے کون زیادہ معزز ہے۔ چنانچہ ہم نے انہیں تقسیم کر دیا، اور رمضان المبارک کا مہینہ آپہنچا تو میں نے اپنے حصے سے بھی زیادہ خرچ کر دیا۔ میرا سینہ تنگ ہوا، اور میں بے چین سا ہو گیا۔ میں اسی پریشانی میں تھا کہ اس دوران یحییٰ بن خالد برکی نے اس دن کی سحری کا کھانا اپنے ہاں کھانے کا مجھے پیغام بھیجا۔ میں وہاں چلا گیا۔ میں وہاں پہنچا تو وہ مجھے کہنے لگا:

”واقدی! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تو ایسی حالت میں ہے جو شدید غم کا پتہ دیتی ہے۔ لگتا ہے تو سخت اذیت میں ہے، لہذا ہمارے سامنے اپنا معاملہ کھول کر بیان کرو۔“

میں نے سارے معاملہ کی وضاحت کر دی، جب خالد نے اس ایثار کا عجیب و غریب واقعہ سنا تو اس نے اپنے خزانچی کو حکم دیا کہ مجھے تیس ہزار درہم دیئے جائیں اور میرے ان دونوں ساتھیوں کو بیس بیس ہزار دیئے جائیں اور ساتھ مجھے عہدہ قضا بھی تفویض فرمایا۔ یہ میرے لیے بڑا اعزاز تھا۔^(۱)

نیکی کرنے والوں کو عرش کا سایہ ملے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابَتْ نَفْسَانِي عِبَادَةٌ رَّبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْهِ وَرَجُلٌ

ذَكَرَ اللَّهُ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَلَيْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّافِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ
وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَلَّةٍ فَأَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ بَيْنَهُ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ
ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ)) (۱)

”سات خوش نصیب ایسے ہیں جو اس دن اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوں گے جس دن
کوئی اس کے سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا: (اور وہ سات آدمی یہ ہیں)
۱۔ عادل حکمران۔

۲۔ ایک وہ نوجوان جو عبادت الہی میں پروان چڑھتا ہے۔

۳۔ وہ آدمی جس کا دل مسجد سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ [مسجد سے باہر جانے کے بعد
واپس لوٹنے تک یہی کیفیت رہتی ہے۔]

۴۔ وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور اس کی آنکھیں اللہ کے خوف سے
آبدیدہ ہو جاتی ہیں۔

۵۔ وہ دو آدمی جو آپس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔ اسی اللہ کی
رضا کی خاطر وہ اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی کیفیت پر وہ جدا ہوتے ہیں۔

۶۔ ایک وہ آدمی جو صدقہ اس قدر پوشیدہ کرتا ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کے
خرج کرنے سے واقف نہیں ہوتا۔

۷۔ اور ایک وہ آدمی، جسے منصب و جمال والی عورت دعوت گناہ دیتی ہے، مگر وہ کہتا ہے
کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (لہذا یہ گناہ کا کام ہرگز نہ کروں گا۔)



(۱) [صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب من جلس فی المسجد ينتظر الصلاة

(ح ۶۶۰) صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ: باب فضل اخفاء الصلقة (ح ۱۰۳۱)]

حسن سلوک کا انعام!

شریف ابوالحسن، محمد بن عمر علوی اپنے بارے میں کہتا ہے کہ
میں فارس کے علاقہ نیشاپور کے گردنواح میں واقع خوست کے ایک قلعہ میں نظر بند تھا۔
عضدالدولہ خلیفہ نے مجھے وہاں قید کیا ہوا تھا۔ قلعہ کا نگران جس کے میں سپرد کیا گیا تھا وہ
مجھ سے کافی مانوس ہو گیا تھا۔ میری اس سے گپ شپ بھی ہوا کرتی تھی۔ ایک دن اس نے
مجھے واقعہ سنایا کہ یہ قلعہ جس میں تو نظر بند ہے، یہ اس علاقے کے ایک چرواہے کی ملکیت
میں تھا۔ ایک وقت آیا کہ وہ چرواہا ڈاکوؤں کا سردار بن گیا اور اس نے اسے ڈاکوؤں اور
چوروں کی پناہ گاہ بنادیا۔ علاقے کے تمام چور اس میں اکٹھے ہو گئے۔ ان چوروں کے ذریعے
وہ گردنواح کے علاقوں میں غارتگری کیا کرتا تھا۔ رات کو یہاں سے ماہر چور اور ڈاکو نکلتے
جورازنی کرتے، بستیوں کو تاراج کرتے اور فساد پھا کر کے واپس اس قلعے میں لوٹ آتے۔
ان کا شرعہ سے بڑھ گیا اور ان سے بچاؤ کی کوئی تدبیر ممکن نظر نہ آتی تھی۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ابوالفضل بن عمید جو ظالمین، گروہ کا لیڈر تھا، صاحب ثروت اور عوام
میں اثر و رسوخ رکھنے والا تھا، اس نے کافی عرصہ اس قلعے کا محاصرہ کئے رکھا اور بلا آخر اسے فتح
کر کے عضدالدولہ کے حوالے کر دیا۔

چوروں کا یہ قلعہ ایک بہت بڑے پہاڑ پر واقع تھا، جب کہ ابوالفضل اس قلعے کے برابر
دوسرے پہاڑ پر ٹھہرا ہوا تھا۔ ابوالفضل نے جب ان کا محاصرہ کیا تو اس دوران یہ چور قلعہ
سے نیچے اترتے اور اس سے جنگ آزما ہوا کرتے تھے۔ ایک حملے کے دوران تقریباً پچاس
چوروں کو ابوالفضل پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ ان سب کو قتل کر دے تاکہ
قلعہ کے اندر موجود باقی چور اس سے مرعوب ہو جائیں۔ ابوالفضل نے حکم دیا کہ تمام قیدی

چوروں کو ہاتھ پاؤں باندھ کر پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دیا جائے تاکہ ان میں سے ہر ایک زمین تک پہنچتے ہوئے پتھر سے کچلا جائے۔

ابو الفضل کے حکم سے ہر چور کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا، یہاں تک کہ ایک نوجوان کی باری آئی جس کا شباب جوانی عروج پر تھا۔ جب اسے پہاڑ سے نیچے پھینکا گیا تو اس کی قسمت کہ وہ زمین تک صحیح سلامت پہنچ گیا، اس کی مشکلیں جس رسی سے باندھی گئی تھیں وہ رسی بھی کٹ گئی، البتہ پاؤں کی رسیاں اور بیڑیاں موجود تھیں۔ وہ نوجوان اپنی بیڑیوں میں خود چل کر رہائی کا طلب گار ہوا۔ ابو الفضل کے فوجیوں نے یہ معجزانہ منظر دیکھ کر عظمت کا اظہار کرتے ہوئے نعرہ تکبیر بلند کیا اور قلعہ والے بھی نعرہ تکبیر بلند کرنے لگے کہ یہ بیخ کیسے گیا ہے؟!

ادھر ابو الفضل غضبناک ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ اس نوجوان کو واپس لاؤ، اور اس کی مشکلیں کس دو اور اسے دوبارہ پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر نیچے گرا دو۔ حاضرین میں سے بعض نے مطالبہ کیا کہ اس نوجوان کو معاف کر دیا جائے لیکن ابو الفضل نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے زیادہ ہی اصرار کیا تو ابو الفضل نے قسم کھالی کہ وہ دوبارہ اسے ضرور پھینکے گا، چنانچہ وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ جب دوبارہ اسے پھینکا گیا تو وہ نوجوان پھر بچ گیا۔ اب وہاں موجود لوگوں کی تکبیر و تہلیل کی گونج پہلے سے بھی زیادہ بلند آواز میں اٹھی۔ اور انہوں نے ابو الفضل سے کہا: ”اب تو آپ اسے ضرور معاف کر دیں۔“ بلکہ بعض تو آبدیدہ ہو کر سفارش کرنے لگے۔ ابو الفضل خود بھی شرمندہ ہوا اور وہ متعجب بھی تھا، بہر حال اس نے حکم دیا کہ اس نوجوان کو بلاروک ٹوک چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا، اس کی بیڑیاں اتار دی گئیں اور اسے اچھا لباس پہنا دیا گیا۔

بعد میں ابو الفضل نے اس نوجوان سے کہا: ”اے جوان! سچ بتا تیرا اپنے رب سے وہ کون سا خفیہ تعلق ہے جو تیری نجات کا ذریعہ بن گیا ہے۔“ اس نوجوان نے کہا:

”مجھے اپنی نجات کے سبب کا زیادہ علم تو نہیں البتہ مجھے یہ معلوم ہے کہ ابھی میں نوخیز لڑکا تھا، اور اپنے اس استاد کے پاس تھا جسے آپ نے مروادیا ہے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر جایا کرتا تھا اور ہم ڈاکہ زنی بھی کرتے تھے، عزتیں بھی پامال کرتے اور جو کچھ ملتا ہم چھین لیتے تھے۔ ان کاموں میں اگر میں اس کی حکم عدولی کرتا تو وہ مجھے اذیت دیتا اور قتل کی دھمکیاں دیتا تھا۔ ابو الفضل نے کہا: کیا تو نماز روزہ کا پابند تھا؟“

نوجوان نے کہا: ”مجھے نماز روزے سے کوئی آشنائی نہ تھی۔ اور نہ ہی ہم میں سے کوئی روزہ رکھتا یا نماز پڑھتا تھا۔“

ابو الفضل نے کہا: ”افسوس ہے پھر تجھے اس ہولناک موت کی وادی سے اللہ تعالیٰ نے کس عمل کے ذریعہ بچایا ہے؟! کیا کوئی صدقہ و خیرات کیا کرتا تھا؟“

نوجوان نے کہا: ”ہمارے پاس صدقہ لینے آتا کون تھا، ہم تو خود ڈاکو تھے؟“

ابو الفضل نے اس سے کہا: مزید غور کر اور کچھ یاد کر، شاید تیری کوئی ایسی نیکی ہو، اگر یاد پڑے تو مجھے ضرور بتا، خواہ کوئی چھوٹی سی نیکی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نوجوان نے کچھ سوچا، پھر بولا: ہاں! میرے ڈاکو استاد نے چند سال پہلے ایک آدمی کو کسی راستے میں پکڑا تھا، اس سے سب کچھ چھین کر اسے اپنے قلع میں لے آیا اور اس سے کہا:

”اپنا سارا مال دے دو اور اپنی جان بچا لو ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔“

اس آدمی نے کہا: ”اے دنیا میں میرا جتنا بھی مال تھا وہ تو تم نے لے لیا اور اب تو میں کسی چیز کا بھی مالک نہیں رہا۔“

میرے اس استاد نے اسے بڑی اذیت دی لیکن وہ اپنی بات پر قائم رہا۔ پھر ایک دن تو استاد نے اس کی سزا کی انتہا کر دی مگر وہ آدمی بے چارہ قسمیں کھاتا رہا کہ اس کے سوا میرے پاس دنیا میں کوئی اور مال نہیں اور شہر میں جہاں میں رہتا ہوں، وہاں صرف اہل دعیال کے لیے ایک ماہ کا راشن تھا جواب ختم ہو چکا ہو گا بلکہ اب تو میرے اور میرے اہل

وعیال کے لیے صدقہ لینا بھی حلال ہو گیا ہے۔ جب میرے استاد کو یقین ہو چکا کہ یہ سچا ہے تو اس نے مجھے کہا: ”اسے نیچے لے جا اور فلاں جگہ لے جا کر ذبح کر دے اور اس کا سر میرے پاس لے آ۔“

نو جوان کہتا ہے: میں نے اس آدمی کو پکڑ لیا اور قلعہ سے نیچے اتارا، جب اس نے دیکھا کہ میں اسے کھینچ کر لے جا رہا ہوں تو کہنے لگا: مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو؟ اور تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہو؟“

میں نے اسے صاف صاف بتا دیا کہ میرے استاد نے تیرے بارے میں یہ حکم دیا ہے۔ وہ بے چارہ سخت آہ و بکا کرنے لگا، اور میرے سامنے اللہ کا واسطہ ڈالنے لگا کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، مجھے معاف کر دو، اپنے استاد کے اس ظالمانہ حکم پر عمل نہ کرو، وہ مجھے خوفِ الہی کا مظاہرہ کرنے اور ترس کھانے کی درخواست کرنے لگا اور بتانے لگا کہ جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ویسی ہی کوئی مصیبت ضرور دور کرتے ہیں!

پھر وہ نو جوان کہتا ہے کہ اس کی اس رقت انگیز منت سماجت سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ترس پیدا کر دیا مگر میں نے اس سے کہا: ”اگر میں تیرا سر لے کر نہ گیا تو میرا استاد مجھے قتل کر دے گا اور پھر تجھے بھی پکڑ کر قتل کر دے گا۔“

وہ قیدی کہنے لگا: ”اے نو جوان! مجھے آزاد کر دے اور اپنے استاد کے پاس کچھ دیر بعد چلے جانا، اتنی دیر میں میں بھاگ جاؤں گا اور وہ مجھے پکڑ نہ سکے گا اور اگر وہ بالفرض مجھے پکڑ بھی لے گا تو میرے خون ناحق سے تو سبکدش ہوگا۔ امید ہے تیرا استاد تجھ سے محبت کی وجہ سے تجھے قتل نہ کرے۔ اور اس نیکی کا تجھے بہت زیادہ اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی اور احسان کو ضائع نہیں کرتے۔“

اس کی ان باتوں سے میری رقت قلبی میں اور اضافہ ہوا، میں نے ایک تجویز دی کہ

”ایک پتھر لے اور میرے سر میں مار دے، تاکہ میرا خون بہہ نکلے۔ بعد میں میں یہاں بیٹھا ہوں گا۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تو چند میل دور چلا گیا ہے تو میں پھر قلع کی طرف واپس چلا جاؤں گا اور اپنے استاد کے سامنے کوئی بہانہ پیش کر دوں گا۔“

قیدی کہنے لگا: ”میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ اپنی رہائی کا تجھے یہ صلہ دوں کہ تیرا سر زخمی کر جاؤں۔“ میں نے اسے کہا: ”میری اور تیری رہائی کا اس کے علاوہ حل اور کوئی نہیں۔ بس یہی ایک حل ہے۔“

چنانچہ میری اس تجویز پر اس نے عمل کیا۔ میرے سر میں پتھر مارا اور زخمی سر چھوڑ کر وہ دوڑ گیا جبکہ میں اسی جگہ بیٹھا رہا۔ جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ وہ کافی دور نکل چکا ہے تو میں خون سے بھیگا ہوا اپنے استاد کے پاس آیا تو وہ کہنے لگا: ”کیا ہوا، قیدی کا سر کہاں ہے؟“ میں نے کہا: ”آپ نے تو کوئی جن میرے سپرد کیا تھا، وہ کوئی آدمی نہیں تھا۔ جب میں اسے لے کر جائے قتل پر پہنچا تو اس نے مجھے دبوچ لیا، مجھے زمین پر گرا کر میرا سر پتھر سے پھوڑا اور خود بھاگ نکلا، آپ دیکھ نہیں رہے کہ میں زخمی ہوں اور میں غشی کی حالت میں اب تک وہیں پڑا رہا جب میرا خون بند ہوا اور قوت بحال ہوئی تو میں وہاں سے اٹھ کر آیا ہوں۔“

میرے استاد نے اپنے دوسرے کارندوں کو اس شخص کے پیچھے دوڑایا۔ دو تین دن تک وہ اس کی تلاش میں رہے مگر اس کا نشان تک نہ پایا۔ پھر وہ ناکام واپس لوٹ آئے۔ اس کے بعد اس مفروضہ قیدی کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اس کا کیا بتاؤ؟ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ وہ لڑکا کہنے لگا: ”اگر میرے کسی عمل کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کی موت سے بچایا ہے تو وہ یہی عمل ہو سکتا ہے۔“

چنانچہ ابوالفضل نے اس نوجوان کو اپنے قریبی ساتھیوں میں شامل کر لیا اور اپنا خصوصی مشیر مقرر کر لیا۔ [ایضاً]

امانت داری کا انعام

قاضی ابو بکر محمد بن عبدالباقی اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

میں مکہ مکرمہ کے قرب و جوار میں رہتا تھا۔ مجھے ایک دن سخت بھوک لگی، کوئی چیز میسر بھی نہ تھی کہ جس سے میں بھوک دور کر سکوں۔ اسی دن مجھے ایک ریشمی تھیلی ملی جو ریشم ہی کے منہ بند (پھندنے) کے ساتھ بندھی ہوئی تھی، میں نے وہ اٹھائی اور اپنے گھر لے آیا۔ جب میں نے اسے کھولا تو دیکھا کہ اس میں ایک قیمتی موتیوں کی مالا ہے۔ میں نے اس جیسی مالا کبھی نہ دیکھی تھی۔ پھر جب میں شام کو گھر سے باہر آیا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص اسی کی گمشدگی کا اعلان کر رہا ہے اور اس کے پاس ایک رومال تھا جس میں پانچ سو دینار تھے اور وہ یہ کہہ رہا تھا:

”یہ پانچ سو دینار اسے دوں گا جو میری وہ تھیلی واپس دے گا جس میں موتیوں کی مالا ہے۔“

میں نے دل میں کہا:

”میں ضرورت مند بھی ہوں اور بھوکا بھی، میں یہ سونے کے دینار لے لیتا ہوں جو میرے کام بھی آئیں گے، اس تھیلی کو بھلا میں نے کیا کرنا ہے!“

میں اس بوڑھے کے پاس گیا اور اس سے کہا: ”آپ میرے ساتھ چلیں۔“

میں نے اسے ساتھ لیا اور اپنے گھر لے آیا۔ اس نے مجھے تھیلی اور اس کے پھندنے کی نشانی بتائی اور اس میں موجود موتیوں کی نشانی اور ان کی تعداد بھی درست بتائی۔ چنانچہ میں نے وہ تھیلی نکال کر اسے تھما دی۔ اس نے مجھے پانچ سو دینار دینا چاہے لیکن میرے ضمیر نے

گوارا نہ کیا کہ میں وہ دینار وصول کروں۔ میں نے کہا:

”یہ تو میرا فرض تھا کہ میں اسے واپس کرتا، لہذا میں اس کا کوئی صلہ نہیں لینا چاہتا۔“

اس نے مجھ سے کہا ”یہ تو آپ کو ضرور لینا ہوں گے۔“

اس نے بڑا اصرار کیا مگر میں نے بھی وہ دینار قبول نہ کیے، چنانچہ وہ مجھے اسی حال میں

چھوڑ کر چلا گیا۔

پھر یہ ہوا کہ ایک مرتبہ کسی سفر کے سلسلہ میں میں مکہ مکرمہ سے نکلا، ہمسندری سفر شروع

کیا، راستے میں کشتی ٹوٹ گئی اور لوگ فرق ہونے لگے، میں نے کشتی کے ایک ٹکڑے پر خود

کو سوار کر لیا، کچھ عرصہ اسی تختہ پر ہمسندری رہا، اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جا رہا

ہوں۔ پھر میں مسلمانوں کے ایک جزیرے میں جا پہنچا، اس میں لوگ آباد تھے۔ میں نے

ایک مسجد دیکھی اور وہاں جا کر بیٹھ گیا، اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔

مجھ اجنبی کو وہاں دیکھ کر اور میری قرأت سن کر لوگ وہاں جمع ہو گئے، اس جزیرہ میں شاید

ہی کوئی ایسا ہو جو وہاں نہ آیا ہو۔ لوگوں نے میری خاطر تواضع کی اور مجھ سے کہنے لگے:

”ہمیں بھی قرآن سکھا دو۔“

میں نے وہاں کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا شروع کر دی۔ ان لوگوں سے مجھے وافر

مقدار میں مال حاصل ہوا۔

پھر مجھے لوگوں نے کہا: کیا آپ اچھی لکھائی کر لیتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، تو وہ کہنے

لگے: ہمیں بھی لکھنا سکھا دو۔ یہ کہہ کر وہ چھوٹے بچوں اور نوجوانوں کو لے آئے۔ میں نے

انہیں رسم الخط کا طریقہ بتایا۔ مجھے اس سے بھی بہت کچھ ملا۔ پھر وہ کہنے لگے:

”ہمارے ہاں ایک یتیم بچی ہے جو حسن و جمال کے علاوہ وافر مال و دولت بھی رکھتی ہے

ہمارا خیال ہے کہ ہم آپ کی اس سے شادی کرویں۔“

میں نے انکار کر دیا مگر انہوں نے اصرار کیا کہ یہ کام آپ کو ضرور کرنا پڑے گا۔ بلا آخر

مجھے ان کی بات ماننا پڑی، شادی ہو گئی تو جب انہوں نے میرے ہاں اس کو رخصت کر کے بھیجا تو میں نے دیکھا کہ بالکل اسی طرح کا ہار اس کے زیب گلو بنا ہوا تھا، جو کسی دور میں مجھے ملا تھا اور میں نے اس کے مالک کو بغیر کسی انعام کے واپس کر دیا تھا۔

میں ہر چیز سے بے خبر ہو کر اسی مالا کو دیکھنے میں مصروف تھا، لوگوں کو جب علم ہوا تو وہ کہنے لگے:

”جناب! آپ تو یہ مالا ہی دیکھتے رہے، اس یتیم بچی کو تو آپ نے قابل توجہ ہی نہ سمجھا، اس طرح اس کی ذل شکنی ہو گئی۔“

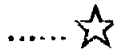
میں نے ان کے سامنے وہ سارا واقعہ بیان کر دیا جو مکہ مکرمہ میں میرے ساتھ پیش آیا تھا۔ اس پر وہ بھی بڑے حیران ہوئے۔ میں نے کہا: ”یہ ہار تم تک کیسے پہنچا؟“

وہ کہنے لگے کہ جس بوڑھے نے یہ ہار آپ سے لیا تھا وہ اس بچی کا باپ تھا، وہ یہ کہا کرتا تھا کہ

”میں نے دنیا میں اگر کوئی صحیح مسلمان پایا ہے تو اس شخص کو پایا ہے جس نے میرا یہ ہار واپس کیا ہے۔ اور وہ یہ دعا بھی کیا کرتا تھا کہ اے میرے اللہ! مجھے اور اس ہار دینے والے کو یکجا کر دے تاکہ اس سے اپنی بیٹی کا رشتہ کر دوں۔“

گویا اب وہ دعا حقیقت کا روپ دھار چکی تھی۔ وہ بیوی میں نے حاصل کر لی اس کے ساتھ میں ایک مدت تک رہا، اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے دو بیٹے بھی عطا کئے۔

بعد میں میری بیوی فوت ہو گئی میں اور میرے دو بیٹے اس ہار کے وارث بنے۔ پھر وہ میرے بیٹے بھی اللہ کو پیارے ہو گئے تو اس ہار کا اب میں تنہا مالک ہوں۔ میں نے اسے ایک لاکھ دینار کا فروخت کیا۔^(۱)



دیانت داری کا انعام

[حرام کے ایک دینار سے بچا اللہ نے حلال کے ہزار دینار دے دیئے]

یہ سن ۲۴۰ ہجری کا واقعہ ہے کہ رمضان المبارک کے پہلا دن تھا، فجر کی اذان حرم کے میناروں سے بلند ہو کر اللہ کے قلم بندوں کے دلوں پر تجلیات کی بارش برسا رہی تھی۔ مکہ کے باشندے اذان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بیت اللہ کی طرف جا رہے تھے۔ ایک چھپاسی سالہ بزرگ کے سوا شاہد ہی کوئی آدمی ہو گا جو گھر میں بیٹھا رہ گیا ہو۔ اس بچے چارے نے کچھ کھائے پیے بغیر روزہ رکھ لیا تھا۔ اس کی گزشتہ رات بھی فاقہ سے گزری تھی اور دن بھی بھوک پیاس سے گزرا تھا۔ جب اس نے گھر ہی میں نماز مکمل کر لی تو ایک کونے میں شکستہ دل اور غمگین ہو کر بیٹھ گیا۔ بذات خود تو اسے اتنا دکھ نہ تھا کیونکہ عرصہ دراز کی تنگ دستی نے اسے مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا تھا۔ البتہ اسے اگر کوئی غم کھائے جا رہا تھا، تو وہ بھوک تنگی چار بیٹیوں، دو بہنوں، ایک بوڑھی ساس اور ایک مسکین بیوی کا غم تھا جن کا یہ واحد کفیل اور ذمہ دار تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو مالداروں کو دیکھ کر وہ بھی دنیا کو لپٹائی نظروں سے دیکھتا اور لوگوں پر حسد کرتا لیکن یہ بوڑھا بزرگ ایک مثالی مسلمان تھا۔

یہ اس بات پر پختہ یقین رکھتا تھا کہ رب کائنات نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے رزق تقسیم کر رکھا ہے۔ کسی کا اس میں کچھ اختیار نہیں۔ لوگ نہ رزق دے سکتے ہیں اور نہ روک سکتے ہیں اور جو کچھ میرے مقدر میں ہے وہ مجھے مل کر ہی رہے گا اور جو کچھ دوسروں کے مقدر میں ہے وہ مجھے ہرگز نہیں مل سکتا خواہ لاکھ جتن کر لوں کیونکہ تقدیر کا قلم لکھ کر فارغ ہو چکا ہے۔ اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ خَالٍ!

”ہر حال میں اللہ کا شکر ہے!“

پھر وہ ہمت کر کے کھڑا ہوا اور قمیص اتار کر پکارا: ”لبا بہ!“
یہ سن کر ایک عورت آئی جس کا تن پیوند لگے ہوئے میلے کچیلے کپڑوں سے ڈھکا ہوا تھا۔
اس نے قمیص اتار کر اسے تھما دی، اور میلا کچیلہ کپڑا خود پلیٹ لیا۔

اس عورت نے کہا: ابو غیاث! آج تیرا دن ہے ہم نے کھانا تک نہیں دیکھا اور یہ دن گرمی اور روزے کا ہے تو اور میں تو صبر کر لیں گے مگر یہ بچیاں اور بوڑھی عورت تو صبر سے قاصر ہے، انہیں بھوک نے غم حال کر رکھا ہے۔ اللہ کا نام لے کر کھلو، شاید اللہ کچھ درہم یاروٹی کے چند ٹکڑے دے دے جس سے ہم روزہ ہی اظہار کر لیں گے۔
ابو غیاث نے کہا: ان شاء اللہ! ضرور جاؤں گا۔

آفتاب طلوع ہو کر ذرا بلند ہوا تو بوڑھا بزرگ گھر سے نکلا اور کئے کی گلیوں میں گھومنے پھرنے لگا کہ شاید کہیں مزدوری مل جائے۔ تمام لوگ گرمی کی وجہ سے گھروں کو لوٹ چکے تھے۔ مزدوری تلاش کرتے ہوئے گرمی شدید تر ہوتی چلی گئی۔ اس کی ٹانگیں جواب دے گئیں اور آنکھیں پتھرا گئیں۔ گزشتہ رات اور دن کے فاقے نیز بغیر کھائے پئے روزے کی وجہ سے پیٹ میں بھوک کی آگ لگی ہوئی تھی۔ یہ مکہ کی نشیبی وادی میں جا کر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کی بڑی تمنا یہ تھی کہ اسے ایمان کی حالت میں موت آجائے تاکہ وہ اس قید حیات سے رہائی پا جائے اور ہمیشہ کی زندگانی سے فائدہ اٹھائے۔ وہ انہی سوچوں میں گم مٹی کرید رہا تھا کہ اچانک اس کا ہاتھ ایک نرم و ملائم چیز سے چھو گیا۔ اسے کچھ یوں محسوس ہوا کہ جیسے سانپ کی دم ہے۔ اس نے اعوذ باللہ پڑھی اور ہاتھ کھینچ لیا پھر دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش! یہ سانپ ڈس لے اور میں مصائب سے آزاد ہو جاؤں لیکن معاذ اللہ آیا کہ مومن کو چاہیے کہ یوں کہا کرے:

((اللَّهُمَّ احْنِنِي إِنْ كَانَتِ الْحَيَاةُ حِمْرًا إِلَيَّ وَتَوَفَّنِي إِنْ كَانَتِ الْمَوْتُ حِمْرًا إِلَيَّ))

”یا اللہ! اگر زندگی بہتر ہے تو زندہ رکھ اور اگر موت بہتر ہے تو موت دے دے۔“

چنانچہ اس نے اللہ سے معافی مانگی اور دوبارہ اس چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔ اسے بڑا تعجب ہوا کہ یہ بے حس و حرکت پڑی ہے۔ اسے پاؤں سے ٹھوکر بھی لگائی لیکن وہ چیز بے حس پڑی رہی۔ اس نے ہاتھ سے مٹی ہٹا کر اسے پکڑا تو وہ ہمیانی تھی۔ [ہمیانی دراصل اس پٹی کو کہتے ہیں جس میں طلائی اشرفیاں (دینار) رکھ کر کمر سے باندھ لیا جاتا ہے]

یہ ہمیانی سونے سے بھری ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر بھوک اور پیاس ختم ہو گئی اور اعصاب میں نئی قوت پیدا ہو گئی بلکہ جوانی لوٹ آئی۔ سوچنے لگا کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں؟ یہ مال اپنے گھر والوں کے ہاتھوں میں تھماؤں گا تو وہ کس قدر خوش ہوں گے؟ اب یہ بوڑھا حسین اور روشن مستقبل کی امید میں خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ لیکن اچانک ایمانی حس بیدار ہوئی، دل میں القاء ہوا کہ یہ مال تیرا نہیں بلکہ لفظ (گمشدہ) ہے۔ سال بھر اعلان کرنے کے بعد اس صورت ہی میں حلال ہوگا جب اس کا اصل مالک نہ ملے۔ جب اس نے ایک سال کی مدت اور اپنے رات کے کھانے کا تصور کیا تو فکری جواب دے گئے ”کہ سال بھر زندہ بھی رہوں گا یا نہیں؟ اور یہ بھوکی، تنگی بیٹیاں کیا کھائیں گی اور کیا پہنیں گی؟“

خواہش پیدا ہوئی کہ تعمیل کو واپس اسی جگہ رکھ آئے اور آزمائش میں نہ پڑے لیکن وہ دانا، صاحب علم اور صاحب ایمان تھا، جانتا تھا کہ اگر گمشدہ مال کو دیکھ کر ہاتھ نہ لگایا جائے تو کوئی ذمہ داری نہیں۔ اگر اسے پکڑ کر دوبارہ رکھ دیا جائے تو ذمہ داری رکھنے والے پر ہوگی۔ اس قسم کے تفکرات دماغ میں ٹکرانے لگے۔ اسے محسوس ہوا کہ کپٹی کی ہڈیاں چور ہو رہی ہیں۔ ایک طرف سے یہ خیال اٹھتا کہ دبا رکھو، اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ اس کے ذریعے بھوکی تنگی بیوی اور بیٹیوں کا پیٹ بھر دو اور ان کا تن ڈھانکو۔ اگر طاقت ہوئی تو پھر دے دینا ورنہ چند دینار کم بھی واپس کئے تو کیا فرق پڑے گا۔

دوسری طرف یہ خیال پیدا ہوتا کہ صبر کراے بھلے آدمی! امانت میں خیانت کا ارتکاب نہ

کر قبر کے کنارے بیٹھ کر مالک کی تافرمانی کا سوچتا ہے۔ چنانچہ پھر وہ اصل مالک کے ملنے تک ہسانی گھر رکھنے چلا گیا۔ چوروں کی طرح گھر میں داخل ہوا تو اس کی بیوی نے دیکھ لیا اور پوچھا:

ابو غیاث کیسے آئے ہو اور کیا لائے ہو؟

جواب دیا: کچھ نہیں!

بوڑھا بزرگ ہسانی کی خبر چھپانا چاہتا تھا جبکہ اس نے آج تک بیوی سے کوئی خبر چھپائی نہ تھی۔ بیوی نے کہا: ”واللہ! آپ کے پاس کچھ ضرور ہے لیکن یہ ہے کیا؟ بتا دو، نا!“

بوڑھا بزرگ ڈرا کہ لبابہ کہیں کسی وہم میں مبتلا نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس نے اسے سارا قصہ سنایا۔ وہ عورت دین دار ضرور تھی لیکن ابو غیاث کی طرح صبر اور حوصلے والی نہ تھی، کہنے لگی: جاؤ اور کچھ خرید لاؤ کیونکہ ہم لاچار ہیں اور لاچار پر مردار بھی حلال ہے!

ابو غیاث نے کہا: ہرگز نہیں۔ اگر تو نے اسے ہاتھ لگایا یا کسی کو خبر دی تو تجھے طلاق ہے! لبابہ خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گئی اور یہ اصل مالک کی تلاش میں گھر سے نکل پڑا تاکہ اصل مالک سے مل کر حلال طریقے سے کوئی درہم حاصل کر سکے۔ وہ حرم کی طرف ہٹل دیا۔ حرم میں ایک نوجوان محمد بن جعفر طبری زیر تعلیم تھا۔ طبری بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک خراسانی کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا:

اے حاجیوں کی جماعت! میری ہزار دینار سے بھری ہوئی تھیلی کہیں گم ہو گئی ہے جو کوئی اسے واپس کرے، اللہ اسے دگنا ثواب دے گا۔

ایک بوڑھا بزرگ اٹھا جو جعفر بن محمد کے موالی میں سے تھا، کہنے لگا:

اے خراسان کے رہنے والے نوجوان! ہمارا ملک پسماندہ ہے، حالات ابتر ہیں، شاید آپ کی ہسانی کسی اللہ کا خوف رکھنے والے انسان کو مل گئی ہو؟ آپ اس کے لیے انعام کا اعلان کر دیں جسے لے کر وہ باقی واپس کر دے۔

نوجوان خراسانی نے پوچھا ”ہاں بھی کتنا انعام؟“

ابو الغیاث نے کہا سودینار یعنی دسواں حصہ! نہ بھی نہ ایسا نہیں ہو سکتا میں یہ معاملہ اللہ پر چھوڑتا ہوں۔ چنانچہ دونوں جدا ہو کر اپنی اپنی منزل پر چلے گئے۔

طبری کہتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ وہ ہمیانی ضرور اسی شیخ کو ملی ہوگی، میں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ وہ بوڑھا ایک خستہ حال مکان میں داخل ہوا اور یوں گویا ہوا:

لبابہ کہاں ہے؟

لبابہ بولی: حاضر ہوں..... حاضر ہوں ابو غیاث!

میں نے ایک شخص کو اس ہمیانی کی تلاش میں پھرتے ہوئے دیکھا ہے، میں نے اسے یہ بھی کہا کہ تو اس کے واپس کرنے والے کے لیے سو (۱۰۰) دینار کے انعام کا اعلان کر دے لیکن وہ نہیں مانتا۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ میرا ارادہ تو ہمیانی واپس کرنے کا ہے۔

لبابہ نے کہا: ”ابو غیاث! ہمیں تیرے ساتھ پچاس سال فقر و فاقہ میں گزارنے پڑے ہیں۔ تیری چار بیٹیاں دو بہنیں ایک ساس اور آٹھویں میں ہوں۔ ابو غیاث اللہ بڑا مہربان ہے۔ اس کی شان اس امر سے بلند ہے کہ ایسے آدمی کو عذاب کرے جو ان کا واحد کفیل ہو۔ تو نے نہ تو چوری کی ہے نہ ڈاکہ ڈالا ہے۔ یہ مال تو اللہ نے تیرے سامنے رکھا ہے تو اسے کیوں ٹھکراتا ہے؟ کیا اللہ تجھ سے ان عورتوں کے متعلق سوال نہ کرے گا؟

طبری کہتے ہیں کہ میں نے بوڑھے کے چہرے کو بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کا دل ان بھوکے نگلی بیٹیوں اور مسکین ام لبابہ پر آنسو بہا رہا ہے کیونکہ فاقوں کی بدولت ان کا چڑا ہڈیوں پر خشک ہو رہا تھا۔ اور وہ دیمک خوردہ لکڑی کی طرح کھوکھلے بدن میں سانس لے رہی تھیں۔

اس کے دل میں آیا کہ کچھ دینار خرچ کر لوں لیکن فوراً یاد آیا کہ پچاس سال مزب سے گزار دیئے اور آج جبکہ قبر میں ٹانگیں لگی ہوئی ہیں تو پچاس سال کے ممبر کو ایک دن کی

لذت پر کیوں قربان کروں اور پھر اللہ تعالیٰ میرے اہل و عیال پر ارحم الراحمین ہے، دل کو حوصلہ دے کر بولا:

میں ایسا نہیں کروں گا، چھپاسی سال بعد اپنی لاش کو قبر میں نہیں جلاؤں گا۔ طبری کہتے ہیں کہ اس کے بعد میاں بیوی خاموش ہو گئے اور میں واپس چلا گیا۔ مغرب کی اذان ہوئی تو بوڑھا بزرگ دن بھر کے کمائے ہوئے چند ٹکڑوں پر اہل و عیال سمیت انتظار کرنے بیٹھ گیا۔ باقی لوگ انواع و اقسام کے عمدہ عمدہ کھانوں سے مزے لے رہے تھے اور اس بات کا ذرا احساس نہ تھا کہ رمضان المبارک ایثار اور سخاوت کا مہینہ ہے اور یہ کہ اللہ نے بھوکا پیاسا رکھنے کے لیے روزے فرض نہیں کئے تھے بلکہ اس لیے کہ مسلمان وقتی اور اختیاری بھوک کے ذریعے محسوس کریں کہ دنیا میں ایسے بھی ہیں جو بھوک پر مجبور ہیں ان کی حالت پر غور کر کے اپنے اوپر اللہ کے بے پایاں احسان یاد کریں۔ جو لوگ عمدہ عمدہ کھانوں سے پیٹ بھر کر مست ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے ہمسائے بھوک سے سیدھے کھڑے بھی نہ ہو سکیں تو ایسے لوگوں کا کوئی روزہ قبول نہیں اور نہ ہی یہ لوگ روزے کی حقیقت سمجھ سکتے ہیں۔ فرمان رسول ﷺ ہے:

((مَا آمَنَ بِي مَنْ بَاتَ شَعْبَانَ وَجَارَهُ جَائِعٌ إِلَى حَنْبِهِ وَهُوَ يَعْلَمُ))

”وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے سیر ہو کر رات گزاری اور اس کا پڑوسی اس کے پڑوس میں بھوکا لیٹا رہا اور وہ اس کے فاقے سے بے خبر بھی نہ تھا۔“

عادت احساس کو کمزور کر دیتی ہے جب انسان حیوانوں کی طرح بلا نافع نعمتیں کھاتا رہے تو اسے نعمتوں کی قدر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے روزے اس لیے فرض کیے کہ محرومی کی کڑواہٹ سے امیری کی مناس کی قدر کریں اور دن کی بھوک اور پیاس سے روٹی کے لقمے اور پانی کے گھونٹ کی قیمت معلوم کریں اور تمام عمر اللہ تعالیٰ کے احسان کو نہ بھولیں اگرچہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہوں۔ ابراہیم حربیؒ ہر روز روٹی کا ایک لقمہ بچا کر رکھتے اور ہفتے بعد خود وہ

کھڑے کھا لیتے اور روٹی صدقہ کر دیتے تھے۔

بوڑھا شیخ بھی سوچتا رہا اور مسلمانوں کی حالت پر کڑھتا رہا پھر کہتا اللہ تعالیٰ ہی نیکی کا الہام کرنے والا ہے اور روزی تقسیم کرنے والا ہے۔ اس نے یہ رات بھی فاقہ سے گزاری اور کھجوریں اور کھڑے بوڑھی ساس اور بچیوں میں تقسیم کر دیئے۔

طبری کہتے ہیں کہ اگلے دن خراسانی حرم میں پھر وہی صدا لگا رہا تھا کہ جو کوئی میری ہزار دینار والی ہمیانی واپس کر دے اللہ تعالیٰ اسے دگنا اجر دے گا۔ تو بوڑھا بزرگ اس کی خدمت میں عرض کرنے لگا: ”اے نوجوان! میں نے تجھے کہا تھا کہ ہمارا ملک بے آب و گیاہ ہے، وسائل زندگی کم ہیں۔ شاید وہ ہمیانی کسی خوف الہی رکھنے والے کو مل جائے، تو وہ اسی انعام کے لالچ میں واپس کر دے۔ چلو سودینار نہ سہی تو دس دینار کا ہی اعلان کر دے۔“ اس نے کہا: ہرگز نہیں بلکہ میرا اور ہمیانی اٹھانے والے کا فیصلہ قیامت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوگا۔“ اس کے بعد دونوں پھر جدا ہو گئے۔

تیسرا دن ہوا تو خراسانی پھر حرم میں وہی صدا لگا رہا تھا اور وہی بوڑھا بزرگ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ”اے نوجوان! تو نے سودینار کا اعلان کرنے سے انکار کر دیا پھر دس دینار کے انعام سے بھی انکار کر دیا تو آج ایک دینار کا ہی اعلان کر دے، شاید ہمیانی اٹھانے والا اس حلال دینار کے لالچ میں واپس کر دے اور نصف دینار سے کھانا خرید لے اور نصف سے مشک خرید کر اس سے حاجیوں کو اجرت پر پانی پلایا کرے۔“

خراسانی نے کہا: ”نہیں! بلکہ میں اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں۔“

بوڑھے بزرگ کی امید کا آخری سہارا بھی ختم ہو گیا اور وہ سوچنے لگا کہ ابھی تو ہزار دینار ہاتھ میں ہیں۔ سارا نہ سہی تو ایک دینار ہی رکھ لوں تاکہ بھوکے بچوں کا سامان کر لوں لیکن دینی جذبہ موجب نوا اور یوم الحساب کے خیال سے ڈر گیا اور سوچا کہ پچاس سال کے صبر کو ایک دن کی لذت پر قربان کر دینا سراسر گھانا نہیں تو اور کیا ہے! کیونکہ تمام عمر کی لذتیں

آخر کار جہنم کے ایک جھونکے سے بھول جائیں گی اور ساری عمر کی محرومیاں جنت کے ایک دیدار سے کافی ہو جائیں گی۔ حدیث میں آیا ہے کہ
 ((مَنْ تَرَكَ لِلَّهِ شَيْعًا عَوَّضَهُ اللَّهُ خَيْرَ امْنَةٍ))

”یعنی جس نے اللہ کے ڈر سے کوئی ناجائز کام چھوڑ دیا ہو، اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے حلال چیز کئی گنا زیادہ عطا کرے گا۔“

اب ابو الغیث نے خراسانی نو جوان سے کہا: آؤ اور اپنی ہمیانی لے جاؤ۔ طبری کہتے ہیں کہ میں نے بھی ان کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ جب دونوں گھر کے دروازے پر پہنچے تو شیخ اندر داخل ہو گیا، تھوڑی دیر بعد باہر آیا اور خراسانی نو جوان کو اندر لے گیا۔ میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ شیخ نے اندر جا کر محفوظ جگہ سے ہمیانی نکالی اور نو جوان سے کہا: ”کیا تیری ہمیانی یہی ہے؟“

نو جوان نے کہا: ”ہاں“

پھر اس کا سر کھول کر دینار دامن میں پلٹے اور گئے تو پورے ہزار نکلے، پھر کہا ”یہ تیرے ہیں۔“

لبابہ اور اس کی بیٹیاں یہ منظر دروازے کے سوراخ سے اس طرح دیکھ رہی تھیں جس طرح بھوکا دیگ کی طرف دیکھتا ہے اور صرف چند لقموں کی تمنا کرتا ہے۔ خراسانی نے وہ دینار کندھے پر رکھ کر اوپر چادر ڈال لی اور چل دیا۔

لبابہ نے یہ منظر دیکھا تو یوں چکرائی جیسے کسی عورت کا اکلوتا بیٹا گم ہو گیا ہو۔ اس کی بیٹیوں کی باچھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ چند لمحوں بعد شیخ نے آہٹ سنی تو نظر اٹھا کر دیکھا کہ نو جوان واپس لوٹ آیا ہے۔ اگر یہ بوڑھا بزرگ اس سے روگردانی کر لیتا تو یہ بڑی بات نہ تھی کیونکہ اس نے ان بھوکے شکستہ مسکینوں کو دیکھ کر بھی ایک دینار نہ دیا تاکہ وہ اپنی بھوک دور کر سکیں لیکن یہ بوڑھا بڑا بردبار اور حوصلہ والا شخص تھا۔ فوراً بولا:

”بتاؤ بیٹے! کیسے آتا ہوا؟“

خراسانی نوجوان نے جواب دیا:

”اے بزرگ! میرا باپ جب فوت ہوا تو اس کے پاس تین ہزار دینار تھے، اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ میری سواری بچ کر حج کا خرچ بنالیا اور ہزار دینار اس شخص کو دینا جو بہت زیادہ غریب ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے وطن خراسان سے لے کر مکہ تک کسی کو تجھ سے زیادہ غریب نہ پایا۔ یہ لویہ دینار، اللہ ان میں تمہارے لیے برکت کرے۔“

طبری کہتے ہیں کہ: وہ نوجوان ہمسائی رکھ کر واپس چلا گیا۔ یہ منظر دیکھنے کے بعد میں بھی جا رہا تھا کہ مجھے کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہی بزرگ میرے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ اس نے مجھے اپنی طرف اپنی بلا کر کہا کہ: ”تجھے ہمارے معاملے کی خبر ہو گئی ہے اور میں نے احمد بن یونس یربوعی سے سنا اور انہوں نے نافع سے، اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول مقبول ﷺ نے عمر اور علی رضی اللہ عنہما سے کہا تھا کہ ”جب کوئی ہدیہ بن مانگے اور بلا طمع آئے تو اسے واپس نہ لو تاؤ، ورنہ اللہ کے ناشکرے

بن جاؤ گے اور ہدیہ میں سب حاضرین شریک ہوتے ہیں۔“

چلو میرے ساتھ چلو۔ طبری کہتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ہولیا۔ اس بزرگ نے مجھے راستے میں کہا: ”بھائی! تو بڑا مبارک ہے۔ میں نے عمر بھرا سامان نہیں دیکھا تھا اور نہ دیکھنے کی امید تھی۔ تم میری یہ قمیص دیکھ رہے ہو۔ میں اس میں قیام اللیل کرتا ہوں پھر فجر کی نماز ادا کر کے اتار دیتا ہوں تاکہ میری بیوی اور بچیاں اور بہنیں باری باری اس میں نماز ادا کر سکیں۔ پھر میں اسے پہن کر ظہر اور عصر کے درمیان مزدوری کر کے چند کھجوریں اور روٹی کے ٹکڑے خرید کر گھر لوٹتا ہوں۔“

جب ہم گھر پہنچے تو بزرگ نے بلند آواز سے پکارا:

لبا بہ اور فلاں فلاں!

اس بزرگ کی آوازن کرسب اکٹھی ہو گئیں۔ اس نے مجھے بائیں جانب بٹھالیا اور ہم سب سے کہا: ”اپنے دامن پھیلاؤ۔“ چنانچہ میں نے تو دامن پھیلا دیا لیکن باقی سب نے ہاتھ پھیلائے کیونکہ ان کے پاس قمیص نہ تھیں۔ وہ ایک ایک دینار ہر ایک کے ہاتھ پر رکھتا جاتا اور دسواں دینار مجھے دیتا حتیٰ کہ ہمیانی خالی ہو گئی اور ہم سب کو سو دینار ملے۔

مغرب کی اذان ہوئی تو اس بزرگ کے اہل خانہ بھی عمدہ عمدہ کھانوں کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ بوڑھے بزرگ نے اپنی بیوی لبابہ سے کہا:

”لبابہ! دیکھ لیا تو نے اللہ صبر کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ہم نے اپنے آپ کو حرام کے ایک دینار سے بچایا تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو حلال ذریعے سے ہزار دینار عطا کئے۔“ یہ بزرگ چند لقمے کھا کر اٹھ کھڑا ہوا اور باہر جانے لگا تو لبابہ نے کہا! کہاں جا رہے ہو ابو غیاث؟

ابو غیاث نے جواب دیا: ”میں کسی فقیر روزے دار کو تلاش کرنے جا رہا ہوں تاکہ اسے اپنے کھانے میں شریک کروں۔“

طبری کہتے ہیں: مجھے اللہ تعالیٰ نے ان دیناروں سے بڑا نفع دیا۔ ان دیناروں سے میں اپنی خوراک حاصل کرتا رہا۔ سولہ سال بعد مکہ آیا تو معلوم ہوا کہ وہ لڑکیاں شہزادوں سے بیاہ دی گئی ہیں اور شیخ چند ماہ کے بعد فوت ہو گیا تھا۔ میں ان کے خاندانوں اور بچوں کے پاس جاتا اور انہیں ہمیانی والا قصہ سناتا اور وہ بڑی دلچسپی سے سنتے اور میری بڑی عزت کرتے۔ پھر چالیس سال بعد چہ چلا کہ ان میں سے اب کوئی بھی زندہ نہیں ہے۔ رہے نام اللہ کا! اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے، آمین! (۱)



باب ۴:

نیکی کا انعام مرنے کے بعد.....[جنت میں]

دنیا کی زندگی عارضی اور وقتی ہے اور یہاں کی نعمتیں بھی بہت جلد ختم ہو جانے والی ہیں حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس بہت سی نعمتیں اور دولتیں اکٹھی ہو جائیں تو وہ خود چند سالہ زندگی پوری کر کے انہیں یہیں چھوڑ کر اگلے جہاں کا مسافر بن جاتا ہے۔ اور بعض اوقات تو یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان بیماری، کمزوری اور بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے اپنی دولت سے استفادہ ہی نہیں کر پاتا، لاکھوں روپیہ موجود ہوتا ہے دنیا جہاں کی ہر اچھی خوراک کھانے کے لیے استطاعت ہوتی ہے مگر کوئی بیماری ایسی لگ جاتی ہے کہ ڈاکٹر پر تکلف اور مرغن غذاؤں کے استعمال سے روک دیتے ہیں اور نیچے کروڑ پتی صاحب ابلے ہوئے کدو کھانے پر گزارا کرتے ہیں!

جس طرح یہ دنیوی زندگی عارضی اور فانی ہے، اسی طرح اس دنیا میں انسان پر آنے والی مصیبتیں اور تکلیفیں بھی عارضی اور وقتی ہوتی ہیں یعنی یا تو مصیبتیں آ کر کچھ عرصہ بعد دور ہو جاتی ہیں یا ایک لمبے وقت کے بعد دور ہوتی ہیں یا پھر زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ انسان مر کر ان مصیبتوں سے چھٹکارا پا جاتا ہے مگر آخرت کا معاملہ یہ نہیں ہے کیونکہ آخرت کی زندگی نہ تو عارضی اور وقتی ہے اور نہ وہاں کی نعمتیں عارضی ہیں اور نہ ہی اخروی زندگی کا عذاب عارضی ہے بلکہ اخروی زندگی ہمیشگی کی زندگی ہے، اس کے ختم ہونے کا کوئی تصور نہیں۔

اخروی زندگی میں اہل جنت کو ملنے والے انعامات بھی دائمی ہیں جبکہ اہل جہنم کو ملنے والی سزا بھی کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔ دنیا اور آخرت کی زندگی کا آپس میں موازنہ کریں تو

صاف طور پر یہ نتیجہ معلوم ہو جائے گا کہ اصل زندگی تو مرنے کے بعد کی زندگی ہے۔ اور پائیدار نعمتیں اور دوائی خوشیاں تو اخروی زندگی ہی میں حاصل ہوں گی اور خدا خواستہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے ناراض ہوئے تو اس کی سزا اور عذاب بھی اتنا سخت ہوگا کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں دی جاسکتی۔

آئندہ سطور میں ہم اختصار کے ساتھ یہ بیان کریں گے کہ نیک لوگوں کو مرنے کے بعد جنت میں کیا کیا نعمتیں حاصل ہوں گی۔ یا اللہ! تو ہم سب کو ان نیک اور اہل جنت لوگوں میں شمار فرمائے۔ آمین!

جنت میں داخل ہونے والا پہلا گروپ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَبِئْسَ الْبَدَنُ وَالَّذِينَ يَلْبَسُونَ عَلَى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةٌ لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَسِعُونَ وَلَا يَنْفَلُونَ أَمْشَاطُهُمُ اللَّعَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَحَامِرُهُمُ الْأَلْوَةُ وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعَيْنُ مَا غُلَظَتْهُمْ عَلَى خَلْقٍ رَجُلٍ وَاجِدٍ عَلَى صُورَةِ آدَمَ يَسْتَوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ))^(۱)

”جنت میں جانے والا پہلا گروہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔ اس کے بعد آنے والا گروہ بڑے چمکدار ستارے کی طرح روشن ہوگا۔ جنتی نہ تو پیشاب کریں گے اور نہ ہی انہیں بیت الخلا جانے کی ضرورت ہوگی۔ نہ ناک سے نزلہ بہے گا اور نہ ہی تھوک آئے گا۔ ان کے زیر استعمال کنگھیاں سونے کی ہوں گی، کستوری جیسا خوشبودار پسینہ ہوگا، بہترین خوشبودار لکڑی میں اگر بتی کا انتظام ہوگا۔ موٹی آنکھوں والی حوریں

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الانبیاء: باب ۲ (ح ۳۱۴۹) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب

اول زمرة تدخل الجنة..... (ح ۲۸۳۴)]

ان کی بیویاں ہوں گی اور ان حضرات کا قد کاٹھ حضرت آدمؑ کی شکل و صورت کے عین مطابق، پورا ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔“

جنت کے مراتب:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سَأَلَ مُوسَى رَبَّهُ مَا أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً؟ قَالَ: هُوَ رَجُلٌ يَجِيءُ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُولُ لَهُ: أَدْخِلْ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ: أَيُّ رَبِّ كَيْفَ؟ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنْزِلَتِهِمْ وَأَنْعَلُوا أَعْدَاتِهِمْ يَقُولُ لَهُ: أَنْتَ رَضِيَ أَنْ يَكُونَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مُلِكٍ مِنْ مُلُوكِ الدُّنْيَا؟ فَيَقُولُ: رَضِيْتُ رَبِّ، فَيَقُولُ: لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ فَقَالَ فِي السَّامِيَةِ: رَضِيْتُ رَبِّ فَيَقُولُ: هَذَا لَكَ وَعَشْرَةُ أَمْثَالِهِ، وَلَكَ مَا اسْتَهْتِ نَفْسُكَ وَلَدْتَ عَيْنَكَ فَيَقُولُ: رَضِيْتُ رَبِّ فَقَالَ: رَبُّ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً؟ قَالَ: أُولَئِكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ، غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا، فَلَمْ تَرَعَيْنِ وَلَمْ تَسْمَعِ أَذُنٌ وَلَمْ يَعْطُرْ عَلَى قَلْبٍ بَشَرٍ) قَالَ: نَوْمُ مِصْدَقَتِهِ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ..... (الآيَةُ)﴾^(۱)

حضرت موسیٰ نے رب العالمین سے دریافت کیا: جنت میں سب سے کم مرتبے والے کو کیا ملے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب جنت کے سارے حقدار جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے تو جو آدمی سب سے آخر میں آئے گا اسے کہا جائے گا: ”جنت میں جاؤ۔“ وہ عرض کرے گا: پروردگار! میں کہاں جاؤں؟ سارے لوگ اپنی اپنی رہائش تک پہنچ چکے ہیں اور اپنا اپنا حق وصول کر چکے ہیں۔ اس سے پوچھا جائے گا: جس قدر دنیا کے کسی بادشاہ کے پاس علاقہ ہوتی جنت پر تو راضی ہے؟ وہ کہے گا: پروردگار! ہاں میں راضی

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها (ح ۱۸۹) ترمذی: کتاب

التفسير: باب ومن سورة السجدة (ح ۳۱۹۸)]

ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جا پھر اس بادشاہ کی حکومت جتنا تیرا جنت میں حصہ ہے، بلکہ اتنا ہی اور اتنا پھر اور اور اس کے بعد پھر اتنا اور، مزید اتنا ہی۔ (یعنی چار بادشاہوں جتنا علاقہ اور وہ بھی جنت میں!)

پانچویں مرتبہ پر وہ جنتی کہے گا: پروردگار! میں راضی ہوں، ہر طرح سے راضی۔
اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: یہ سب تیرا ہے، اور مزید دس گنا تیرے لیے اور ہے۔ اور ہر وہ چیز تجھے ملے گی جو تیرا دل چاہے اور تیری آنکھ کو پسند آجائے۔
وہ آدمی کہے گا: پروردگار! میں راضی ہی راضی ہوں۔

حضرت موسیٰ نے دریافت کیا: یا اللہ! جنت میں سب سے اعلیٰ مرتبے والے کو کیا ملے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان لوگوں کو تو میں نے اپنا مقرب بنا لیا ہے، اپنے دست مبارک سے ان کی شان و شوکت کا کھونٹا گاڑ دیا ہے اور اس فیصلے پر مہر لگا دی ہے۔ ان کے لیے تو ایسی ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال تک آیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس بات کی دلیل خود قرآن کریم میں موجود ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾

”پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے لیے چھپا رکھا گیا ہے اس کی کسی ذی روح کو خبر نہیں۔“

جنت کی عمارتوں کی بلندی:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّيْبُتَةٌ تَعْرِى مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ وَعَدَ اللَّهُ لِمُبْتَاعِي﴾ [الزمر: ۲۰]

”البتہ جو لوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے، ان کے لیے بلند عمارتیں ہیں، منزل پر منزل بنی ہوئیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“

((عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہ ﷺ قال: إِنَّ أَهْلَ الْحَنَةِ لَيَتَرَاءَوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكُؤُكَبَ اللَّوْنِيَّ الْغَائِبِيَّ فِي الْأَفْقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوْ الْمَغْرِبِ لِيَتَفَاضِلَ مَا بَيْنَهُمْ) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ مَنَازِلَ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَلْقَاهَا غَيْرُهُمْ قَالَ: ((بَلَى، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ رَجُلًا آمَنُوا بِاللَّهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ)) (۱)

”حضرت ابو سعید الخدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عام اہل جنت بلند عمارتوں والوں کو اپنے اوپر اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم بہت دور ڈوبنے والے ستارے کو مشرق یا مغرب میں دیکھتے ہو۔ گویا کہ ان دونوں کے درمیان عظیم و مرتبے کا اس قدر فرق ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا: کیا یہ انبیاء و مرسلین کا مقام ہے جہاں کوئی اور نہیں پہنچ سکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہاں وہ لوگ بھی پہنچ جائیں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔“

اہل جنت کا دسترخوان:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَعْبَادِ لَا خَوْفَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْآيَاتِ وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ادْخُلُوا الْحَنَةَ أَنتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ وَفِيهَا مَاتَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ وَتِلْكَ

(۱) [صحيح البخارى، كتاب بدء الخلق، باب صفة الجنة (ح ۲۰۸۳) صحيح مسلم،

كتاب صفة الجنة، باب ترائي اهل الجنة اهل الغرف (ح ۲۸۳۱)]

الْحَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٧٣﴾
[الزخرف: ٦٨ تا ٧٣]

”(اس روز ان لوگوں سے جو ہماری آیات پر ایمان لائے تھے اور مطیع فرمان بن کر رہے تھے کہا جائے گا کہ) ”اے میرے بندو! آج تمہارے لیے کوئی خوف نہیں اور نہ تمہیں کوئی غم لاحق ہوگا۔ داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں، تمہیں خوش کر دیا جائے گا۔ ان کے آگے سونے کے تھال اور ساغر (خوشنما اور تیل بوئے والے گلاس) گردش کرائے جائیں گے اور ہر من بھاتی اور نگاہوں کو لذت دینے والی چیز وہاں موجود ہوگی۔ ان سے کہا جائے گا: تم اب یہاں ہمیشہ رہو گے تم اس جنت کے وارث ان اعمال کی وجہ سے ہوئے ہو جو تم دنیا میں کرتے رہے۔ تمہارے لیے یہاں کثیر مقدار میں میوہ جات موجود ہیں جنہیں تم کھاؤ گے۔“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأُولَىٰ وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ مَّتَّكِينَ عَلَيْهَا مُتَقَلِّبِينَ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّحَلَّلُونَ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقٍ وَكَأْسٍ مِنْ مَّعِينٍ لَا يُصْغَعُونَ عَنْهَا وَلَا يَمْتَرِقُونَ وَفَاكِهَةٍ مِمَّا يَتَخَيَّرُونَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ وَخُورٍ عَيْنٍ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا إِلَّا قَلِيلًا سَلَامًا سَلَامًا وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ فِي سِدْرٍ مَخْضُودٍ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ وظُلٍّ مَّنْضُودٍ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ لَّامَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ وَفُرُشٌ مَّرْفُوعَةٍ إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنَهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا أَتْرَابًا لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأُولَىٰ وَثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ﴾ [الواقعة: ١٠ تا ٤٠]

”اور آگے والے تو پھر آگے والے ہی ہیں، وہی تو مقرب لوگ ہیں، نعمت بھری جنتوں

میں رہیں گے، انگلوں میں بہت ہوں گے اور پچھلوں میں سے کم۔ بیل بوٹے اور نقش و نگار والے تختوں پر نیچے لگائے آئے سامنے بیٹھیں گے، ان کی مجلسوں میں ایک ہی عمر پر برقرار رہنے والے لڑکے خدمت گار ہوں گے، جو کوزے اور صراحیاں اور گلاس شراب کے لیے پھرتے ہوں گے، جسے پی کر نہ ان کا سر چکرائے گا نہ ان کی عقل میں فتور آئے گا۔ وہ ان کے سامنے طرح طرح کے لذیذ پھل بھی پیش کریں گے کہ جسے چاہیں جن لیس اور پرندوں کے گوشت پیش کریں گے کہ جس پرندے کا چاہیں استعمال کریں۔ اور ان کے لیے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ایسی حسین جیسے چھپا کر رکھے ہوئی موتی۔ یہ سب کچھ ان اعمال کی جزاء کے طور پر انہیں ملے گا جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ وہاں وہ کوئی بے ہودہ کلام یا گناہ کی بات نہ سنیں گے۔ جو بات بھی ہوگی ٹھیک ٹھیک ہوگی۔

اور دائیں بازو والے! دائیں بازو والوں کی خوش نصیبی کا کیا کہنا! وہ بے کانٹے کی بیڑیوں، اور تہہ پر تہہ چڑھے ہوئے کیلوں کے درختوں اور دور تک پھیلی ہوئی چھاؤں میں ہوں گے۔ ہر دم رواں پانی اور کبھی نہ ختم ہونے والے اور بے روک ٹوک ملنے والے بکثرت پھلوں اور اونچی نشستوں میں ہوں گے۔ ان کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں کنواریاں، پیاری پیاری اور داہنے ہاتھ والوں کی ہم عمر بنادیں گے۔ (یہ اہل جنت) اگلے لوگوں میں سے بہت ہوں گے اور پچھلے لوگوں میں سے بھی بہت ہوں گے۔



باب ۵:

نیکی اور گناہ کی لذتوں کا فرق!

یہ سوال ذہن میں ابھر کر اکثر الجھن کا باعث بنتا رہتا ہے کہ برائی میں اتنی لذت کیوں ہے کہ لوگ اس میں کشش محسوس کرتے ہیں؟ اور نیکی میں یہ کشش کیوں نہیں کہ لوگ نیکی نہیں کرتے؟ کچھ دین دار حضرات یہ کہہ کر مزید پریشان کر دیتے ہیں کہ دین پر چلنا بہت مشکل ہے کیا یہ صحیح ہے؟ تشفی بخش جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ شکریہ! [محمد سلمان

(شادمان کالونی لاہور)، محمد یعقوب، عبدالسلام ظفر (شیش محل روڈ)]

آئندہ سطور میں اس سوال کا جواب قاری نعیم الحق نعیم شہید کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔ ☆

بظاہر تو ایسا ہی نظر آتا ہے کہ برائی میں لذت اور کشش ہے اور نیکی میں نہیں لیکن حقیقت اس طرح نہیں بلکہ قرآن و حدیث کی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کے ایمان افروز سچے واقعات پر اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ برائی میں اگر کچھ لذت ہے تو نیکی میں اس کے مقابلے میں دس گنا بلکہ کئی گنا زیادہ لذت پائی جاتی ہے۔ بلکہ دونوں لذتوں کا مقابلہ کرنا شاید چراغ اور سورج یا ذرے اور پہاڑ کا باہم مقابلہ کرنے کے مترادف ہو۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ دونوں لذتوں میں کچھ فرق ہے جو عام طور پر ہماری

☆..... [بشکریہ، ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور۔]

نظروں سے اوجھل رہتا ہے اور اس وجہ سے ہم لوگ نیکی میں لذت و حلاوت کی موجودگی کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔

پہلا فرق دونوں میں یہ ہے کہ برائی کی لذت کا تعلق اس کے ظاہر کے ساتھ ہوتا ہے اور نیکی کی لذت نیکی کے باطن کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں برائی کی لذت تو انسان کو اس کے ظاہری طور پر اپنانے اور اس کے آغاز ہی میں بلکہ اس کے تصور ہی سے محسوس نہیں ہوتی جب تک کہ وہ نیکی کے اندر تک نہ چلا جائے، یا خود نیکی اس کے اندر تک اچھی طرح سرايت نہ کر جائے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ [الحجرات: ۱۴]

”ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔“

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْخَيْرَةُ بِالْمَمَكَارَةِ)) [بخاری و مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ: ۴۳۹]

”دوزخ کے ارد گرد شہوت اور ایسے امور کی باڑ لگادی گئی ہے جو نفس کے لیے مرغوب ہیں اور جنت کے ارد گرد ایسے امور کی باڑ لگادی گئی ہے جو نفس پر گراں اور شاق ہوتے ہیں۔“

برائی اور نیکی کی صورت حال بھی جنت اور دوزخ کی صورت حال سے کچھ ملتی جلتی ہی ہے۔ جس طرح اُن کا ظاہر و باطن مختلف ہے، اسی طرح ان کا ظاہر و باطن بھی مختلف ہے۔ برائی کا ظاہر مزین اور لذیذ اور باطن خوف ناک اور تلخیوں سے بھرپور ہوتا ہے جب کہ نیکی کا ظاہر خشک اور بے مزہ ہے لیکن باطن انتہائی پرکشش، لذتوں اور شیرینیوں سے مملو ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جب دجال کا ظہور ہوگا تو اس کے پاس ایک جنت ہوگی اور ایک دوزخ۔ جسے وہ دوزخ کہے گا وہ حقیقت میں جنت ہوگی اور جسے وہ جنت باور کرائے

گا وہ حقیقت میں دوزخ ہوگی، چنانچہ حدیث نبوی ہے:

((الْدَّجَالُ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيَسْرَى جُفَا لُ الشَّعْرِ مَعَهُ جَنَّةٌ وَنَارٌ مَفَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ))

”دجال بھینکا اور گتھکھر یا لے بالوں والا ہوگا، اس کے پاس جنت بھی ہوگی اور جہنم بھی۔

اس کی جنت دراصل جہنم ہے اور اس کی جہنم اصل میں جنت ہے۔“ [صحیح مسلم، بحوالہ،

مشکوۃ المصابیح (۷۷۳)]

بعض بزرگوں کا یہ فرمان بھی غالباً اوپر بیان کردہ حقیقت ہی کا آئینہ دار ہے کہ شیطان

بڑا مکار اور عیار ہے کہ وہ انسان کو دکھاتا تو چہرے کے خوب صورت نقش و نگار اور بناؤ سنگار

ہے لیکن پہنچاتا اسے پیشاب خانے (کے مقام) پر ہے جو انتہائی غلط اور بد بودار ہے۔

برائی کی مثال:

اس کی مزید وضاحت کے لیے یوں سمجھئے کہ برائی زہر کی بنی ہوئی ہے اس کڑوی گولی کی

طرح ہے جس کے اوپر چینی کی تہ چڑھادی گئی ہو، جو شخص بھی اسے کھاتا ہے شروع شروع

میں اسے لذت و حلاوت محسوس ہوتی ہے لیکن بعد میں وہی گولی اس کے کام و دہن کو ایسی تلخی

سے دوچار کرتی ہے جو بلا آخر اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ آج کل مادی طور پر

ترقی یافتہ مغربی ممالک اور مغرب زدہ ممالک میں جو انفرادی اور اجتماعی خود کشیوں کی کثرت

نظر آتی ہے، ہمارے خیال میں اس کے پیچھے بھی ان کی گتھکارانہ زندگی کی وہی زہریلی

تنخیاں کارفرما ہیں جو انہیں مخلوط سوسائٹی اور جنسی آزادی (سیکس فری) کی لذت اندوزیوں

اور ان کے لوازم و متعلقات کے نتیجے کے طور پر ہی حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن لایعلمون!

اس لیے مادہ پرستوں کی ظاہری چمک دمک سے متاثر نہیں ہونا چاہیے اور نہ ان کی

آزادانہ اور لذت کو شانہ زندگی کو لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھنا چاہیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الدُّنْيَا لِنَفْثَنَّهُمْ فِيهِ﴾

[طہ: ۱۳۱]

”اور تم اپنی آنکھیں اس کی طرف لمبی نہ کرو جو ہم نے ان میں سے بعض لوگوں کو دنیوی زندگی کی آرائش کے طور پر دے رکھا ہے تاکہ ہم ان کی اس میں آزمائش کریں۔“

﴿وَلَا يَغُرُّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ﴾ [آل عمران: ۱۹۶]

”اور کافروں کا سب شہروں میں گھومنا پھرنا تمہیں فریب میں قطعاً نہ ڈالے۔“

اسی طرح بازارِ حسن میں اپنی جوانی کی بہاریں برباد کرنے والوں اور برباد کرنے والیوں کا بڑھا پادیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ سراپا درسِ عبرت بن کر بزبانِ حال پکار پکار کر کہہ رہے ہوں:

دیکھو مجھے جو دیدہٴ عبرت نگاہ ہو میری سنو جو گوشِ نصیحت نیواش ہو

اس لیے کہ اس قماش کے لوگوں نے عہدِ شباب میں لذت کو شیوں اور برائی سے لذت اندوزیوں کے جو پھول اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں، ایامِ پیری میں وہ تو سب مرجھا جاتے ہیں، البتہ ان کے ساتھ وابستہ کانٹے اسی طرح تیز و توانا حالت میں باقی رہ جاتے ہیں، جن کی شدید چھن زندگی بھر انہیں محسوس ہوتی رہتی ہے بلکہ زندگی بعد از موت کے بارے میں غیر یقینی صورت حال کا سانپ ڈس ڈس کر ان کی زندگی میں مزید زہر گھولتا ہے اور یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتے رہتے ہیں۔

مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے ہم

گویا برائی کی لذت و کشش کی حقیقت۔

”چاردن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات“ سے زیادہ نہیں ہے۔

نیکی کی مثال:

برائی کے برعکس نیکی کو مالے، سیب، کیلے، انار، بادام، اخروٹ، اور دیگر پھلوں اور میوہ جات کی طرح سمجھنا چاہیے جن کا ظاہری اور بیرونی حصہ قدرے سخت اور بعض اوقات کڑوا ہوتا ہے لیکن اندرونی حصہ نرم، شیرینی و حلاوت سے مملو و انتہائی لذیذ ہوتا ہے۔ یہی وجہ

ہے کہ جو لوگ نیکی میں مستغرق ہو چکے ہوتے ہیں یا نیکی ان کے قلب و روح کی گہرائیوں تک اتر چکی ہوتی ہے وہ کسی قیمت پر بھی اپنی نیکی سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ معاشرے میں ان کی تحقیر و تذلیل کی جائے یا ان کے مال و دولت اور ناموس و عزت کو نقصان پہنچایا جائے، ان پر طعنہ زنی کی جائے یا سنگ زنی، انہیں تپتے ہوئے پتھروں، ریگزاروں اور آگ کے انگاروں پر لٹایا جائے یا ان کے سروں پر لوہے کے آرے چلا کر ان کے جسموں کے دو حصے کر دیئے جائیں وہ ہر حالت میں اپنی نیکی سے اس قدر مسرور و مطمئن ہوتے ہیں اور اس قدر محفوظ و لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں کہ وہ نہ صرف یہ کہ ہر قسم کا ظلم و ستم خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات ان کی جفاکش اور سخت کوش طبیعت کو یہ شکوہ ہوتا ہے کہ نہ

زمانہ سخت کم آزار ہے بجان اسد و گرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں!

نیکی پر مبنی زندگی کی اندرونی لذتوں اور حقیقی مسرتوں کا اندازہ کرنا ہو تو رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ابتدائی مکی دور کے پر آشوب حالات اور بعد میں آنے والے اصحاب دعوت و عزیمت کے صبر و استقامت پر مبنی حیرت انگیز واقعات کو تفصیلاً پڑھیے اور پھر سوچیے کہ وہ کیا چیز ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (خصوصاً ابو بکر صدیق، بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو اہل مکہ کے ظلم و ستم، مفارقت وطن کے مصائب اور جہاد و قتال کی مشکلات برداشت کروائیں؟ وہ کون سا سہارا تھا جس نے حضرت ضعیف بنی شیبہ کو اہل مکہ کے ہاتھوں قتل ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھوائی؟ وہ کون سی باطنی قوت ہے جس کی بنا پر امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ اور دیگر ائمہ کرام وقت کی حکومتوں سے ٹکرائے اور بڑی سے بڑی تکلیف انہیں نیکی، ایمان اور صبر و عزیمت کی راہ سے منحرف نہ کر سکی اور اس کیفیت کو آخر کیا نام دیا جائے جس کی بنیاد پر مولانا عبداللہ غزنوی نے اپنی نحیف و نزار

بوڑھی کمر پر زبردست کوڑے کھائے، وطن مالوف سے ہجرت کر لی اور وقت کے حکمرانوں کی ناراضی مول لے لی لیکن باطل کے سامنے سرنگوں ہونا گوارا نہ کیا؟!

راقم کے خیال میں یہ دراصل وہی حلاوتِ ایمانی، لذتِ روحانی اور نیکی کی مسرت و شادمانی ہے جس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنْ فِيهِ وَجَدَ بِهِمْ حَلَاوَةً الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ يَوْمَ مَنْ يَكْفُرُهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَنْكُرُهُ أَنْ يُلْفَى فِي النَّارِ)) (بخاری و مسلم مشکوٰۃ: ۱۲/۱)

”جس شخص میں تین خوبیاں پیدا ہو جائیں وہ ان کی وجہ سے حلاوتِ ایمانی پالیتا ہے:

۱۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

۲۔ جو شخص کسی بندے سے محض اللہ کے لیے محبت رکھتا ہو۔

۳۔ وہ شخص کہ جسے اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچالیا ہو، تو وہ کفر میں اپنی واپسی کو آگ میں

ڈال دیے جانے کے مترادف سمجھتا ہو۔“

((ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا))

[مسلم، بحوالہ: مشکوٰۃ (۱۲/۱)]

”اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر

اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔“

اسی طرح قیصر روم ”ہرقل“ نے ابوسفیان وغیرہ کو بلا کر سر دربار جو سوالات کیے تھے، ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں میں سے کوئی شخص بعد میں دین اسلام سے متنفر ہو کر اس سے منحرف بھی ہو جاتا ہے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں! اس پر ہرقل نے کہا کہ جب ایمان کی وجہ سے کسی شخص کو انشراحِ قلبی حاصل ہو جاتا ہے اور ایمان کی حلاوت و لذت اس کے دل میں داخل ہو جاتی ہے تو پھر یہی صورتحال ہوتی ہے کہ وہ

ایمان کے راستے سے منحرف نہیں ہوتا۔ ہر قل کے الفاظ یہ تھے:

((كَذَلِكَ الْإِيمَانُ جِوْنٌ تُخَالِطُ بِشَاشَتِهِ الْقُلُوبَ))

اور ابن اسحاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((كَذَلِكَ حَلَاوَةُ الْإِيمَانِ لَا تَدْخُلُ قَلْبًا فَتَخْرُجُ مِنْهُ)) [فتح الباری (۳۲۱/۱-۳۲۷)]

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ حلاوت ایمانی سے مراد ہے:

”سُتِلِّدَاذُ الطَّاعَاتِ بِوَتَحْمُلِ الْمَشَاقِ فِي الدِّينِ، وَإِثَارُ ذَلِكَ عَلَى عَرَضِ الدُّنْيَا“
یعنی نیکیوں کا لذیذ محسوس ہونا، دین کے راستے میں مشقتوں کو برداشت کرنا اور دین کو
ساز و سامان پر ترجیح دینا یہ حلاوت ایمانی ہے۔“

تفصیلات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ نیکی اور ایمان میں بھی ایک گونہ لذت ہوتی ہے،
حلاوت ہوتی ہے، مزہا ہوتا ہے مگر ہم لوگوں پر چونکہ مادیت اور مادہ پرستی غالب ہے، اس لیے
ہمیں مادی چیزوں کی لذت اور حلاوت تو محسوس ہوتی ہے، مگر ایمانی اور غیر مادی اشیاء کا
ذائقہ اور مزہ محسوس نہیں ہوتا۔

چنانچہ کرکٹ، ہاکی، فٹ بال، ویڈیو گیمز اور دیگر کھیلوں میں ہم فرحت و نشاط محسوس
کرتے ہیں۔ فلم ڈرامہ، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر دیکھنے میں ہمیں لطف آتا ہے۔ اداکاروں
اور اداکاروں کی تصاویر کے نظارے میں ہمیں لذت محسوس ہوتی ہے۔ ناول، افسانے اور
من گھڑت قصے کہانیاں پڑھ کر ہمیں ذہنی عیش و سکون حاصل ہوتا ہے۔ اہل مغرب اور ان
کی آزاد معاشرت کو ہم لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ نامحرم رشتہ دار اور اجنبی عورتوں
سے گفتگو، نظر بازی اور تعلقات استوار کرنے کو فخر اور بہادری کا کام سمجھتے ہیں!

اس کے برعکس نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر بنیادی فرائض کی ادائیگی ہمیں بارگراں
محسوس ہوتی ہے۔ جہاد و قتال کے تصور سے ہم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ تلاوت قرآن،
ذکر اللہ اور دعا و مناجات کے نام سے ہمیں وحشت سی ہونے لگتی ہے۔ اسلام کی بنیادی

تعلیمات اور ضروری احکام کا علم حاصل کرنا ہم اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اسلامی شکل و صورت کا اختیار کرنا ہمارے لیے باعث ننگ و عار ہو گیا ہے۔ بڑوں اور بزرگوں کا ادب و احترام بجالانے میں ہمیں عزت کی کمی کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ دلیٰ ہذا القیاس بے شمار اچھے کام ہیں جو ہمیں برے لگتے ہیں اور لاتعداد برے کام ہیں جو ہمیں اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

کتنی چیزیں ہیں کہ ان سے ہمیں نفرت ہے بہت
اور کوئے یار میں ان چیزوں کی وقعت ہے بہت

اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ہمارا مزاج بگڑ گیا اور ہماری فطرت سلیمہ بدل گئی ہے۔ جس طرح ایک صحت مند انسان کا مزاج جب غلبہ صفراء کی وجہ سے بگڑ جاتا ہے تو اسے شہد بھی کڑوا محسوس ہونے لگتا ہے، اسی طرح ہمارے روحانی مزاج پر مادہ پرستی اور گناہوں کے صفراء کا غلبہ ہو چکا ہے جس کی وجہ سے ہمیں ایمان اور نیکی کے کاموں میں لذت و حلاوت محسوس نہیں ہوتی!

گویا قصور ہمارا اپنا ہے، ہمارے صفراوی مزاج کا ہے، ایمان اور نیکیوں کا کوئی قصور نہیں۔ ان میں کوئی تقبیٰ اور کڑواہٹ نہیں، وہ تو سراسر شیرینی و حلاوت ہیں بشرطیکہ ہم صحیح المزاج ہوں، کیونکہ فاسد المزاج انار کے ذائقے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ لہذا پہلے اپنا روحانی مزاج درست کیجئے پھر دیکھیے نیکیوں میں لذت ہوتی ہے کہ نہیں۔

اور یاد رکھئے کہ وہ مریض بہت خوش نصیب و سعادت مند ہوتا ہے جو اپنے آپ کو سمجھے اور بغرض علاج کسی ماہر معالج کے پاس جائے اور پھر اس کے تجویز کردہ نسخے مال میں لائے اور وہ مریض انتہائی بد نصیب ہوتا ہے جو اپنے معالج میں کیڑے، اور اس کے تجویز کردہ نسخے کو بد مزہ قرار دے کر مسترد کر دے۔

برائی میں لذت کیوں رکھی گئی ہے؟

پچھے بیان ہو چکا ہے کہ برائی میں بھی لذت ہوتی ہے اور نیکی میں بھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ برائی کی لذت عارضی، ظاہری اور قلیل ہوتی ہے جب کہ نیکی کی لذت دائمی، باطنی اور کثیر ہوتی ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر برائی میں لذت رکھی ہی کیوں گئی ہے؟ اگر برائی میں لذت سرے سے رکھی ہی نہ جاتی تو شاید لوگوں کا نیکیوں کی طرف زیادہ رجحان ہوتا؟!

تو اس سلسلے میں فلسفہ خیر و شر اور اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ نظامِ قدرت پر لمبی چوڑی بحثوں کی بجائے صرف اتنا پیش نظر رہنا چاہیے کہ یہ دنیا انسان کے لیے دارالامتحان ہے، دارالبلبر نہیں۔ یعنی کسی کو یہاں زبردستی نیک یا برائے نہیں بنایا جاتا۔ اس لیے انسان کے امتحان کی خاطر:

☆..... ایک طرف تو اس کے اندر نفسانی خواہشات و دلیت کردی گئی ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ [الشمس: ۷-۸]

”وہ قسم ہے نفس کی اور اسے درست کرنے کی، پھر (ہم نے) اسے سمجھ دی برائی کی اور سچ کر چلنے کی۔“

☆..... اس کے علاوہ شیطانی قوتوں کو انسان کے دل میں وسوسہ اندازی کی طاقت بھی دے دی گئی ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَائِهِمَا﴾ [الاعراف: ۲۰]

”پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا، تاکہ ان کا پردہ بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا، دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے۔“

﴿وَمَكَتْلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَبَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى

بَعْضٍ زُخْرُفِ الْقَوْلِ غُرُورًا ﴿[الانعام: ۱۱۳]

”اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کیے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن، جن میں سے بعض دوسروں کو چکنی چڑی باتوں کا دوسرہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکے میں ڈال دیں۔“

((إِنَّ لِلشَّيْطَانِ بَابِيْنَ آدَمَ لَعْنَةً)) [ترمذی، بحوالہ: مشکوٰۃ، ص: ۱۹]

یعنی ”شیطان اولاد آدم پر اثر انداز ہوتا ہے۔“

☆..... پھر تیسرا یہ کہ برائی میں کچھ ظاہری چمک دمک اور کشش بھی رکھ دی گئی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿زَيْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ [آل عمران: ۱۴]

”مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لیے مزین کر دی گئی ہے۔“

﴿كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ﴾ [الانعام: ۱۰۹]

”اسی طرح ہم نے ہر امت کے لیے اس کے عمل کو مرغوب بنا دیا ہے۔“

☆..... ان کے مقابلہ میں دوسری طرف انسان میں ملکوٹی صفات ودیعت کر دی گئی ہیں:

﴿قَالَهُمْهَا فَحُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ [الشمس: ۸]

”پھر (ہم نے) اسے سمجھ دی برائی کی اور بچ کر چلنے کی۔“

☆..... پھر ملکوٹی قوتوں کو انسانی دل میں الہام اور نیکی کی بات القاء کرنے کی قوت دے دی گئی ہے، جیسا کہ درج ذیل دلائل سے معلوم ہوتا ہے:

((وَاللَّمْلِكِ لَعْنَةً)) [ترمذی، مشکوٰۃ، ص: ۱۹]

”فرشتہ بھی اولاد آدم پر اثر انداز ہوتا ہے۔“

﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنۡیۡ مَعَكُمْ فَتَبَيَّنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ [الانفال: ۱۲]

”اس وقت کو یاد کرو جب آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں، پس

تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔“

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لِحَسَّانٍ: إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَفَعْتَ

عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ)) [بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص: ۴۰۹]

”اللہ کے رسولؐ نے حضرت حسان بن ثابت سے کہا تھا کہ جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کا دفاع کرتے رہے، تب تک فرشتوں کے سردار حضرت جبریلؑ تمہاری مدد کرتے رہے۔“

☆..... علاوہ ازیں خود نیکی کے اندر حقیقی لذت اور باطنی کشش بھی رکھ دی گئی ہے، جیسا کہ درج ذیل دلائل سے معلوم ہوتا ہے:

﴿الْأَبْذُكْرِ اللَّهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ [الرعد: ۲۸]

”آگاہ رہو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔“

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَحَدَّ بَيْنَهُنَّ خَلَوةَ الْإِيمَانِ)) [بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص: ۱۲]

”جس شخص میں تین خوبیاں پیدا ہو جائیں وہ ان کی وجہ سے طلاوتِ ایمانی پالیتا ہے:

۱۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

۲۔ جو شخص کسی بندے سے محض اللہ کے لیے محبت رکھتا ہو۔

۳۔ وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچالیا ہو اور وہ کفر میں اپنی واپسی کو آگ میں

ڈال دیے جانے کے مترادف سمجھتا ہو۔“

☆..... تیسری طرف اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ و اختیار، عقل و خرد اور خیر و شر میں تمیز کی

قوت سے نوازا دیا ہے تاکہ وہ انہیں استعمال کر کے نیکی اور برائی میں سے کسی ایک کا از

خود انتخاب کر سکے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ

إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ [الدمر: ۳، ۲]

”ہم نے انسان کو طے جلے نطفے سے پیدا کیا، ہم اس کی آزمائش چاہتے ہیں، پس ہم نے اسے دیکھنے اور سننے والا بنایا، ہم ہی نے اسے راہ دکھائی کہ چاہے تو شکر گزار بن جائے اور چاہے تو ناشکر ابن جائے۔“ درج ذیل آیت میں بھی اسی طرف اشارہ ہے:

﴿فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ﴾ [الکہف: ۲۹]

گویائیکے اور برائی دونوں کے پلڑوں کو برابر کر کے اور انسان کو ارادہ و اختیار اور عقل و تمیز دے کر صورت حال کچھ ایسی بنادی گئی ہے کہ

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے! اب پروانہ انسانی اگر نیکی کے ”رخ روشن“ کو پسند کر کے اس کی طرف آ جاتا ہے تو وہ خوش نصیب اپنے امتحان میں پاس اور کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ پروانہ ”برائی کی شمع“ کی طرف چلا جاتا ہے اور اس کی چمک دمک سے متاثر ہو کر اسی کے گرد طواف کرنے لگ جاتا ہے تو پھر اس کا انجام بھی شمع کی طرح سوائے آگ میں جل مرنے کے اور کچھ نہ ہوگا اور یوں وہ اپنے امتحان میں یقیناً فیل اور ناکام تصور کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْحَيٰوةَ هِيَ الْمَأْوٰى وَآمَنَ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْهَوٰى هِيَ الْمُنٰىءَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾ [النزعت: ۳۷-۴۱]

”پس جس شخص نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے سرکشی کی راہ اختیار کر لی، پس اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہو سکتا ہے اور لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور نفسانی خواہشات سے بچا رہا پس اس کا ٹھکانہ جنت ہی ہو سکتا ہے۔“

اب اس بات پر غور فرمائیے کہ اگر برائی میں چمک دمک اور لذت و کشش سرے سے موجود ہی نہ ہوتی تو کیا اسے انسانی امتحان و آزمائش کے لیے نیکی کے مقابلے میں رکھنا عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہوتا؟ اور اس دنیا کو دارالامتحان کہنا مناسب ہوتا؟ ظاہر بات ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔

باب ۶:

گناہوں کو دھوڈالنے اور دنیا و آخرت میں کام آنے والی نیکیاں

اسلام ہمیں ہر طرح کی نیکی اختیار کرنے اور ہر قسم کے گناہ سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام کے اس مطالبے کو پورا کرنا دنیوی اور اخروی اعتبار سے خود ہم انسانوں ہی کے فائدے کی بات ہے، اور اس کے برعکس راہ اختیار کرنے میں بھی خود انسان اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں جن نیکی کے کاموں کا حکم دیا ہے ان میں بے شمار کام ایسے ہیں جن پر عمل پیرا ہونے پر نہ صرف یہ کہ اجر و ثواب یقینی ہے بلکہ ان کے ذریعے انسان کے تمام صغیرہ گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے۔

آئندہ سطور میں ہم بعض ایسی نیکیوں کا ذکر کریں گے جن کے ذریعے گناہوں کا خاتمہ ہوتا ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں انسان کے حد درجہ کام آتی ہیں!

وضو کا فائدہ:

نماز سے پہلے وضو کرنا نماز کی قبولیت کے لیے ضروری ہے حتیٰ کہ اگر پانی موجود نہ ہو تو پھر بھی پاک مٹی سے تیمم کو وضو کے قائم مقام کو رکھا گیا۔ اس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نماز کی بنیادی شرط ہونے کی وجہ سے وضو ایک نیک عمل ہے۔ اور اس نیک عمل سے گزرے بغیر نماز کا کوئی تصور نہیں۔ لیکن اس کے باوجود وضو کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے صغیرہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنا دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر جتنا شکر کیا جائے تھوڑا ہے۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بَعَيْنِيهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ اخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَأَن يَطْلُسُهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ اخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ اخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوبِ))^(۱)

”جب ایک مسلمان شخص وضو کرتا ہے اور اس دوران اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے وہ تمام گناہ جن کا اس کی دونوں آنکھوں نے ارتکاب کیا تھا، پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ دھل جاتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ اپنے دونوں ہاتھ قطرے کے ساتھ ہی دھل کر صاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ جس کی طرف اس کے پاؤں چل کر جاتے تھے، پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ دھل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وضو کرنے والا گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔“

نماز کے لیے مسجد کی طرف جانا:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَضَعُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ ضِعْفًا وَذَلِكَ إِنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَطْعُ خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةً وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا تَزَلْ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا انتظر الصَّلَاةَ))^(۲)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء (ح ۲۴۴)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة الجماعة (ح ۶۴۷) صحیح مسلم]

”آدمی کی باجماعت نماز کا ثواب، گھر اور بازار کی (اکیلی) نماز کے مقابلہ میں پچیس گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کر کے صرف نماز کی خاطر مسجد کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔ پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لیے اس وقت تک جب تک وہ اپنی جائے نماز میں بیٹھا رہتا ہے، یہ دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس پر مہربانی فرما۔ اے اللہ اس پر رحم فرما۔ اور جب تک کوئی آدمی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے تب تک وہ نماز کی حالت ہی میں شمار ہوتا ہے۔“

اذان کہنا اور اذان کا جواب دینا:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ، وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ صَلَاةً وَيُكْفَرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا))^(۱)

”اذان دینے والے شخص کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک اس کے لیے بخشش کر دی جاتی ہے اور ہر تر اور خشک چیز اس کے لیے (روز قیامت) گواہی دے گی اور نماز باجماعت ادا کرنے والے کے لیے ایک نماز کی جگہ پچیس نمازیں لکھی جاتی ہیں اور دو نمازوں کے درمیانی وقت کے (صغیرہ) گناہ اس سے مٹا دیے جاتے ہیں۔“

☆..... سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ہر تر اور خشک چیز اس کے لیے بخشش کی دعا کرتی ہے۔

☆..... حضرت عبداللہ مازنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ((إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ فَاذْنَتْ لِلصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالْأَذَانِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جَنَّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ

(۱) [سنن ابو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب رفع الصوت بالأذان (ح ۵۱۱) صحیح ابن ماجہ

(ازالبانی) ج ۱ ص ۱۲۲، کتاب الاذان۔ باب فضل الاذان]

إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)) (۱)

”میں دیکھتا ہوں کہ آپ بکریاں لے کر دیہاتی علاقے میں رہنا پسند کرتے ہیں، اس لیے جب آپ اپنی بکریوں کے ریوڑ یا دیہات میں ہوں، تو نماز کے لیے اونچی آواز سے اذان کہیے کیونکہ جن و انس اور ان کے علاوہ جو چیز بھی اذان کی آواز سنے گی وہ قیامت کے دن اس کے لیے گواہی دے گی۔ اس کے بعد حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان سے کہتے ہیں کہ یہ بات میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔“

☆..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب مؤذن اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَكْبَرُ اَكْبَرُ کہے تو سننے والا بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہے۔ پھر مؤذن اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تو سننے والا بھی اشہد ان لا اله الا الله کہے۔ پھر مؤذن اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو سننے والا بھی اشہد ان محمد ا رسول الله کہے۔ پھر مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہے تو سننے والا لا حول ولا قوة الا بالله کہے۔ پھر مؤذن حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے تو سننے والا لا حول ولا قوة الا بالله کہے۔ پھر مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو سننے والا بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہے۔ پھر مؤذن لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تو سننے والا بھی لا اله الا الله کہے، تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، بشرطیکہ صدق دل سے یہ کلمات کہے۔“ (۲)

اذان کے بعد دعا:

☆..... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے:

((اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا))

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع الصوت بالنداء (ح ۶۰۹)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استحباب القول..... (ح ۳۸۵)]

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے رب اور محمد ﷺ کے رسول اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں، تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں“ (۱) ☆..... حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جب مؤذن کی اذان سنو تو تم بھی وہی کہو جو مؤذن کہتا ہے، پھر تم مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ پھر تم اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو، یہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی بندے کو ملے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ خوش نصیب میں ہی ہوں گا۔ لہذا جس نے میرے لیے وسیلہ مانگا، اس کے لیے میری سفارش حلال ہوگئی۔“ (۲)

نماز کی برکتیں:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلُّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَتَّقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالُوا لَا يَتَّقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالَ فَذَلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَ الْخَطَايَا)) (۳)

بتاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کی میل کچیل باقی رہ جائے گی؟ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں، اس کی میل کچیل باقی نہیں رہے گی، تو آپؐ نے فرمایا: پھر یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے خطاؤں اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔“

(۱) [مسلم، کتاب الصلاة، باب استحباب القول..... (ج ۳۸۶)] (۲) ایضاً (۳۸۴)

(۳) [صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاة..... (ج ۶۶۶) صحیح بخاری

کتاب مواقیف الصلوات، باب الصلوات الخمس کفارة (ج ۵۲۸)]

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
 ((مَآئِنُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضِرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهُ هَاوٍ خُشُوْعَهَا وَرُكُوعَهَا
 اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِّمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَا لَمْ يَأْتِ كَبِيْرَةٌ وَّذَلِكَ الدَّهْرُ كُلُّهُ))^(۱)
 ”جو مسلمان فرض نماز کا وقت پالے، پھر وہ اچھے طریقے سے وضو کرے، خشوع و خضوع
 کے ساتھ نماز ادا کرے، اور اطمینان سے رکوع (وجود) کرے، تو یہ نماز اس کے سارے
 سابقہ (یعنی چھوٹے) گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، بشرطیکہ وہ کبائر (یعنی بڑے
 گناہوں) سے بچا رہے اور یہ ثواب اسے ہمیشہ حاصل ہوتا رہتا ہے۔“

☆..... ((عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ زَمَنَ الشَّتَاءِ وَالْوَرَقُ يَنْهَافُ فَآخَذَ
 بِغُصْنَيْنِ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَحَعَلَ ذَلِكَ الْوَرَقُ يَنْهَافُ قَالَ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَيُصَلِّي الصَّلَاةَ يُرِيدُ بِهَا وَجْهَ اللَّهِ فَتَهَافُ عَنْهُ
 ذُنُوْبُهُ كَمَا يَنْهَافُ هَذَا الْوَرَقُ عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ))^(۲)

☆..... حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سردیوں میں باہر
 نکلے جبکہ یہ پت جھڑ کا موسم تھا۔ آپؐ نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ کر انہیں ہلایا تو
 ان کے پتے جھڑنے لگے۔ آپؐ نے کہا: اے ابو ذر رضی اللہ عنہ! میں نے کہا: جی حاضر
 ہوں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا کہ جب ایک مسلمان بندہ صرف اللہ کی رضا کا طالب
 بن کر نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت
 کے پتے جھڑ رہے ہیں۔“

جمعہ کی نماز:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
 ((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ

(۱) | صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ: باب فضل الرضوء، والصلاة عقبہ (ج ۲۴۸)

(۲) | [احمد (ج ۵ ص ۲۳۰)] (۳) | صحیح مسلم، کتاب الجمعة (ج ۸۵۷)

الْحُمُوعَ وَزَيْادَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصْبَى فَقَدْ لَعَا))^(۳)
 ”جو شخص (جمع کے دن) اچھی طرح وضو کر کے جمع پڑھنے آئے اور جمع کا خطبہ خاموشی سے سنے، تو اس کے اس جمع سے اگلے جمع تک اور مزید تین دن [یعنی کل دس دن] کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جس شخص نے (دورانِ خطبہ) کنکریوں کو ہاتھ لگایا، اس نے نفوکام کیا۔“

☆..... حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
 ((مَنْ غَسَلَ يَوْمَ الْحُمُوعِ وَاعْتَسَلَ وَابْتَكَّرَ وَمَشَى وَلَمْ يَرْكَبْ وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ، فَاسْتَمَعَ، وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلٌ سَنَةِ أَجْرُ صِيَامِهَا وَفِيَّامِهَا))^(۱)
 ”جو شخص جمع کے دن خود غسل کرے اور گھر والوں کو بھی غسل کرائے اور صبح سویرے بغیر سواری کے پیدل مسجد کو جائے، اور امام کے قریب ہو کر بیٹھے پھر خاموشی سے خطبہ سنے اور کوئی نفوکام نہ کرے، تو اس کے لیے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور ایک سال کی نماز تہجد کا ثواب ہے۔“

نماز تہجد:

☆..... حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ، فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِّلْسَيِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ لِلْإِثْمِ))^(۲)
 ”رات کا قیام (یعنی نماز تہجد کا اہتمام) ضرور کیا کرو، یہ ان نیک لوگوں کا طریقہ ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور یہ تمہارے رب کے قریب ہونے، گناہوں کو مٹانے اور ان سے روکنے کا ذریعہ بھی ہے۔“

(۱) [سنن ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل یوم الجمعہ (ج ۳: ۴۱) صحیح ابن

ماجہ (از البانی) (ج ۱ ص ۵۱۷۹)]

(۲) [سنن ترمذی، کتاب جامع الدعوات، باب من فتح لہ مکہ باب الدعاء..... (ج ۳: ۴۹)]

☆..... حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
 ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطِعُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ
 نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْحَنَّةَ بِسَلَامٍ))^(۱)

”اے لوگو! بہت زیادہ سلام کیا کرو، کھانا کھلایا کرو، لوگ جب سوئے ہوں تو نماز پڑھا
 کرو، اس کے نتیجے میں تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔“

آمین کہنے کی فضیلت:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا
 ((إِذَا قَالُوا أَلَا مَسَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ يَقُولُوا آمِينَ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ
 قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))^(۲)

”جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، کیونکہ جس کی
 آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل گئی اس کے پہلے سارے گناہ بخش دیئے جائیں
 گے۔“

نفل نمازوں کا ثواب:

☆..... معاذ بن طلحہؓ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت
 ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے میں نے کہا کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے مجھے
 اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے، (راوی کا کہنا ہے کہ) یا انہوں نے یہ کہا: مجھے وہ عمل بتائیے
 جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری مرتبہ پھر تیسری مرتبہ
 بھی میں نے یہی سوال کیا تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: اس طرح میں نے بھی رسول اللہ
 ﷺ سے سوال کیا تھا تو آپ ﷺ نے مجھے یہ جواب دیا تھا کہ

(۱) [صحیح ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب حديث افشوا السلام..... (ح ۲۴۸۵)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب غير المغضوب عليهم ولا الضالين (ح ۴۴۷۵)]

((عَلَيْكَ بِكُثْرَةِ السُّجُودِ لِلَّهِ فَإِنَّكَ لَا تَسْحُدُ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَكَ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا حَاطِيَةٌ قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِيتُ أَبَا الْقُرْدَاءِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لِي مِثْلَ مَا قَالَ لِي ثُوبَانُ))^(۱)

”اللہ کے حضور بکثرت سجدے کیا کرو کیونکہ ہر وہ سجدہ جو تو اللہ کے حضور کرے گا، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تیرا ایک درجہ بلند کرے گا اور تیرا ایک گناہ مٹا دے گا۔“
معدان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اسی طرح ان سے بھی سوال کیا جیسے ثوبان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو ثوبان رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔“

بارہ نوافل کی فضیلت:

☆..... ((عن ام حبیبة زوج النبی ﷺ أَنهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيَ لِلَّهِ كُلَّ يَوْمٍ عَشْرَةَ رَكَعَاتٍ تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيضَةٍ إِلَّا ابْنَى اللَّهُ لَهُ يَتًا فِي الْجَنَّةِ أَوْ ابْنَى لَهُ يَتًا فِي الْجَنَّةِ))^(۲)

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان ہر روز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے فرائض کے علاوہ بارہ رکعت نوافل پڑھتا ہے، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ جنت میں اس کا گھر بنا دیتے ہیں۔“

ظہر کی سنتوں کی فضیلت:

☆..... ((عن ام حبیبة زوج النبی ﷺ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ))^(۳)
حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الصلوة، باب فضل السجود والحث علیہ (ح ۴۸۸)]

(۲) [مسلم، باب فضل السنن الراتبة..... (ح ۷۲۸)]

(۳) [ترمذی، کتاب الصلوة، باب (۲۰۰-۴۲۸)]

”جو شخص ظہر سے پہلے چار اور ایں (ظہر) کے بعد چار رکعتیں ہمیشہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دے گا۔“

اللہ کے حضور سجدہ ریزی:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُولُ يَا وَيلَكَ أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَأَيْتُ فَلِيَ النَّارُ))^(۱)

”جب ابن آدم (قرآن مجید میں) سجدہ والی آیت کی تلاوت کرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان (اس کے اس عمل کو دیکھ کر) اس سے الگ ہو کر روتے ہوئے کہتا ہے: ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا اور جنت حاصل کر لی اور مجھے سجدے کا حکم ہوا مگر میں نے انکار کیا اور جہنم کا مستحق قرار پایا۔“

درود پاک کی فضیلت:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيَّ عَشْرًا))^(۲)

”جس شخص نے ایک مرتبہ مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت کریں گے۔“

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيَّ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ))^(۳)

”جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت کرے گا اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے لیے دس درجات بلند کئے جائیں گے۔“

☆..... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الايمان، باب اطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة (ج ۸۱)]

(۲) [صحیح مسلم (ج ۸۰-۸۱)] (۳) [صحیح سنن نسائی (از البانی - ج ۱ ص ۲۷۸)]

((مَنْ صَلَّى عَلَىٰ حِينٍ يُصْبِحُ عَشْرًا، وَحِينٍ يُمَسِّي عَشْرًا أَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ))^(۱)

”جو شخص صبح اور شام کے وقت دس دس مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے کل قیامت کے دن اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔“

نماز کے بعد کا ذکر:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَبَّحَ اللَّهَ فِي ذِكْرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَحَمِدَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَكَبَّرَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَلَهُ تِسْعَةٌ وَسُعُونَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ))^(۲)

”جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ، تینتیس مرتبہ الْحَمْدُ لِلَّهِ اور تینتیس مرتبہ اللَّهُ أَكْبَرُ اور ایک بار لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کہہ کر ایک سو (۱۰۰) کی گنتی پوری کرتا ہے، اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔“

شیطان سے حفاظت:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص ایک دن میں سو بار لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے، اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور اس کے نامہ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے گناہ مٹا دیے

(۱) [صحیح الجامع الصغیر (ج ۲، ص ۸۸) ۱]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلوة ۱۵۹۷]

جائیں گے اور شام تک پورا دن وہ شیطان سے محفوظ رہے گا اور کوئی شخص اس سے زیادہ بہتر عمل لیکر نہیں آئے گا مگر وہ شخص جس نے یہ وظیفہ اس سے بھی زیادہ پڑھا۔“^(۱)

ایک ہزار نیکیاں، اور ایک ہزار گناہ معاف:

☆..... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَبْعُجْزَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَكْتَسِبَ كُلَّ يَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَاَلَهُ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَاءِهِ: كَيْفَ يَكْتَسِبُ اَحَدُنَا اَلْفَ حَسَنَةٍ؟ قَالَ يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ فَيَكْتَسِبُ لَهُ اَلْفَ حَسَنَةٍ اَوْ يَحْطُ عَنْهُ اَلْفَ عَطِيَّةٍ))^(۲)

”کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کی طاقت دیکھتا ہے کہ وہ ہر روز ایک ہزار نیکی کرے؟ شریک مجلس لوگوں میں سے ایک نے جواب دیا کہ ہم میں سے کون ہے جو روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سو بار سُبْحَانَ اللہ کہے اس کے اعمال نامہ میں ایک ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہے اور اس کے ایک ہزار گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔“

ہر دم اللہ کا ذکر:

☆..... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلَا اَتَيْتُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عَنْكُمْ لِيَكُنْ مِنْكُمْ وَارَقِعْهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرُكُمْ مَنْ اِنْفَاقِي اللَّعِبِ وَالْوَرَقِ يَوْمَ خَيْرِكُمْ مَنْ اَنْ تَلْقَوْا عُلُوَّكُمْ فَتَضَرَّبُوا عَنْهَا فَهُمْ وَتَضَرَّبُوا عَنْهَا فَهُمْ؟ قَالُوا بَلَى قَالَ ذِكْرُ اللَّهِ))^(۳)

”کیا میں تمہیں ایسے بہترین عمل کے بارے میں نہ بتاؤں جو تمہارے ہاں بہت زیادہ

(۱) [صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس و جنوده (ج ۲۹ ص ۳۲۹)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح]

(۳) [صحیح سنن الترمذی (ج ۳ ص ۱۳۹)]

پاکیزہ، تمہارے درجات میں بہت زیادہ بلندی کرنے والے، اور تمہارے لیے راہ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر ہو اور اس سے بھی بہتر کہ تم دشمن سے ملو، اور تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں؟

صحابہؓ نے عرض کیا، ضرور بتائیے! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔“

صدقہ و خیرات کا فائدہ:

☆..... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْ الصَّدَقَةِ أَكْثَرُ (أَجْرًا) فَقَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَجِيحٌ تَحْتَسِي الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَلَا تُشْمِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغْتَ الْخُلُقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذًا وَلِفُلَانٍ كَذًا الْآلُ وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ)) (۱)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اجر کے لحاظ سے کون سا صدقہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ تم تندرستی اور حرص و طمع کی حالت میں فقر سے ڈرتے ہوئے اور غنا کی امید رکھتے ہوئے صدقہ کرو۔ اور صدقہ کرنے میں اتنی تاخیر نہ کرو کہ سانس حلق تک پہنچ جائے (یعنی موت کا وقت آن پہنچے) اور پھر تم یہ کہنا شروع کر دو کہ فلاں کو اتنا دے دو اور فلاں کو اتنا اتنا دے دو، حالانکہ اب تو تمہارا یہ مال انہی فلاں فلاں [یعنی دارثوں] کے لیے ہی ہے۔“

اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے کا فائدہ:

☆..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بَاعَدَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا)) (۲)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب بیان ان افضل الصدقة صدقة الصحيح الصحيح (ج ۱۰۳۲) صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب فضل صدقة الصحيح الصحيح]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام فی سبیل اللہ (ج ۱۱۰۲)]

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن روز رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو ستر (۷۰) سال کی مسافت تک (جہنم کی) آگ سے دور کر دیتا ہے۔“

☆..... حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ))^(۱)

”جو شخص اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھتا ہے، اس کے درمیان اور جہنم کی آگ کے درمیان اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی مسافت کے برابر خندق بنا دیتا ہے۔“

یوم عرفہ (نوذوالحجہ) کا روزہ:

☆..... ((عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ: يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ))^(۲)

”حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے عرفہ کے دن (۹ ذوالحجہ) کے روزہ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس روزے کے بدلے میں گزشتہ اور آئندہ ایک ایک سال کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔“

حج و عمرہ کی فضیلت:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ))^(۳)

”جو شخص حج کرے اور اس میں کوئی بے ہودہ حرکت اور فسق و فجور والا کام نہ کرے تو وہ اس طرح واپس لوٹے گا جیسے آج ہی اسے اس کی ماں نے جنم دیا ہے۔“

یعنی اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

(۱) [صحیح ترمذی، للالبانی (ج ۲ ص ۱۲۴)]

(۲) [مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة ايام من كل شهر]

(۳) [صحیح بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور (ح ۱۵۲۱)]

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ كَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْحَنَّةُ))^(۱)
 ”ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور حج مبرور کا بدلہ
 صرف اور صرف جنت ہے۔“

☆..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ، كَمَا يَنْفِي الْكَبِيرُ خَبَثَ
 الْحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ مَوْلَيْسَ لِلْحَجِّ ثَوَابٌ إِلَّا الْحَنَّةُ))^(۲)
 ”لگا تار حج اور عمرہ کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس
 طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ اور حج مبرور کا ثواب
 جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔“

علم دین کی فضیلت:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْحَنَةِ يَوْمَاجْتَمَعَ
 قَوْمٌ فِي يَتِّبِ مِنْ بَيُوتِ اللَّهِ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ، وَيَتَذَكَّرُونَ سُنَّةَ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ
 السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمْ الْمَلَائِكَةُ مَوْذَكَّرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ
 بَطَأَ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ))^(۳)

”جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے ایک راستے پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت
 کا راستہ آسان کر دیتے ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں (مسجدوں) میں سے کسی
 گھر میں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کے معانی و مفاہیم ایک دوسرے

(۱) [صحیح بخاری، کتاب العمرة، باب وجوب العمرة وفضلها (ح ۱۷۷۳)]

(۲) [صحیح الترمذی، للالبانی (ج ۱، ص ۲۴۴)]

(۳) [صحیح مسلم۔ کتاب الذکر والدعاء باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن (ح ۲۶۹۹)]

کو سمجھاتے ہیں، تو ایسے لوگوں پر سکونت نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس کے (مقرب) فرشتوں میں کرتا ہے اور جس کا عمل ہی اسے پیچھے چھوڑ دے تو پھر اس کا حسب و نسب اسے آگے نہیں کر سکتا۔“

قرآن پڑھنے اور قرآن پڑھانے والا:

☆..... ((عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"))^(۱)
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو خود قرآن مجید سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔“

☆..... ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ: الْم حَرْفٌ بَلْ كُنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَا م حَرْفٌ وَمِثْمٌ حَرْفٌ))^(۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص قرآن مجید کا ایک حرف پڑھے، اس کے لیے اس کے بدلہ میں ایک نیکی ہے، اور وہ ایک نیکی بھی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک الگ حرف ہے اور میم ایک الگ حرف ہے۔“

تکلیف اور پریشانی پر صبر کی جزا:

☆..... حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ

نے فرمایا:

((مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشُّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ))^(۳)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه]

(۲) [ترمذی، کتاب فضائل القرآن (ح ۲۹۱۰)] (۳) [بخاری (ح ۵۶۴۱)]

”کسی مسلمان کو تھکاوٹ، بیماری، پریشانی، غم اور تکلیف پہنچے حتیٰ کہ کاغذ بھی لگے تو اس کے بدلہ میں اس کے (صغیرہ) گناہ اللہ تعالیٰ مٹا دیتے ہیں۔“

کفارہ مجلس کی دعا:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَلَسَ فِيْ مَحَلِسٍ فَكُتِرَ فِيْهِ لَعَطُهُ فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُوْمَ مِنْ مَحَلِسِهِ ذَالِكَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَآتُوْبُ اِلَيْكَ، اَلَا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِيْ مَحَلِسِهِ ذَالِكَ)) (۱)

”جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں بہت زیادہ شور و شغف ہوتا رہا، چنانچہ اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے اس نے یہ دعا پڑھ لی:

((سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَآتُوْبُ اِلَيْكَ))

”اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔“

تو اس دعا کے بدلے میں اس کے اس مجلس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“

اللہ کا خوف اور جہاد فی سبیل اللہ:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَلْبِغُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْذَ اللَّبْنُ فِي الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارُ فِئِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ)) (۲)

”جس طرح دودھ پستان میں واپس نہیں آ سکتا، اسی طرح وہ آدمی دوزخ میں نہیں جا سکتا، جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو پڑا۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں دونوں (ایک جگہ) جمع نہیں ہو سکتے۔“

(۱) [صحیح ترمذی (ج ۴ ص ۱۵۳)] (۲) [صحیح ترمذی (ج ۲ ص ۱۲۵)]

☆..... ((عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيَّ اللَّهُ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَآكْرَهَيْنِ، قَطْرَةٌ مِنْ دُمُوعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ، وَقَطْرَةٌ دَمٌ يُهْرَأُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَأَمَّا الْآكْرَهَانِ فَاتْرَفُوهُ سَبِيلَ اللَّهِ وَاتْرَفِيهِ قَرِيبَةٌ مِّنْ فَرَائِضِ اللَّهِ))^(۱)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطرے اور دو زخموں سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔ (دو قطرے یہ ہیں) ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے گرتا ہے اور دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد فی سبیل اللہ) میں بہتا ہے۔ اور دو زخموں میں سے ایک زخم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لگا ہوا اور دوسرا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی میں واقع ہوا ہو۔“

اللہ کے خوف سے بننے والے آنسو:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”سات قسم کے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سایہ میں ہوں گے، جب کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا (ان سات خوش نصیبوں میں ایک) وہ آدمی بھی ہے جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔“^(۲)

سلام اور مصافحہ کرنے والے:

☆..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مِمَّنْ مُّسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا))^(۳)

”دو مسلمان جب (اللہ کی خاطر) آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کو جہاد ہونے سے پہلے ہی معاف کر دیا جاتا ہے۔“

(۱) [ترمذی، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی فضل المرباط (ح ۱۶۶۹)]

(۲) [صحیح بخاری (ح ۶۸۰۶)] (۳) [صحیح ابو داؤد (ج ۳ ص ۹۷۹)]

اللہ کی خاطر ملاقات اور محبت رکھنے والے:

☆..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ الْمُتَحَابُّونَ فِي حِلَالِي، لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ يُغِطُّهُمْ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ))^(۱)

”اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میرے جلال کے پیش نظر جو لوگ آپس میں محبت رکھتے ہیں (قیامت کے دن) ان کے لیے ایسے نور کے منبر ہوں گے، جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔“

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
 ”ایک آدمی نے اپنے بھائی کی زیارت کے لیے اس کی بستی کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسی راستہ میں ایک فرشتہ متعین کر دیا۔ جب وہ آدمی اس فرشتے کے پاس سے گزرا تو فرشتے نے اس سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: فلاں بستی میں اپنے (کسی مسلمان) بھائی سے ملاقات کے لیے جا رہا ہوں؟
 فرشتے نے کہا: تیرا اس پر کچھ احسان ہے کہ تو اس میں اضافہ کرنا چاہتا ہے؟
 اس نے کہا نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ میں اللہ کی خاطر اس سے محبت کرتا ہوں۔
 فرشتے نے کہا، میں تیرے پاس اللہ کا پیغام لے کر آیا ہوں، سن! جس طرح تم اس سے اللہ کی خاطر محبت رکھتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت رکھتے ہیں۔“^(۲)

بیمار کی عیادت:

☆..... ((عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غُدُوَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمِيسَ وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى صَبَحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ))^(۳)

(۱) [صحیح سنن ترمذی (ج ۲ ص ۲۸۴)] (۲) [مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل

الحب فی اللہ (ج ۲ ص ۲۵۶۷)] (۳) [صحیح ترمذی (ج ۱ ص ۲۸۶)]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان دوسرے مسلمان کی صبح کے وقت بیمار پری کرتا ہے تو شام تک اس کے لیے ستر (۷۰) ہزار فرشتے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جو مسلمان کسی کی شام کے وقت بیمار پری کرتا ہے، تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں پنے ہوئے پھل ہوں گے۔“

یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا:

☆..... حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْحَنَةِ هَكَذَا، وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى وَفَرَجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا))^(۱)

”میں اور یتیم کی دیکھ بھال کرنے والے جنت میں اس طرح ہوں گے۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنی انکشت شہادت اور بڑی انگلی کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ کر کے اشارہ کیا۔“

والدین کی تابعداری کی برکت:

☆..... ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنِّي أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ أُمِّ؟ قَالَ: لَا مَعَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَبَرَّهَا))^(۲)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے، کیا اس کی معافی کی کوئی صورت ہے؟“

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان]

(۲) [صحیح ترمذی (۲ ص ۱۷۷)]

آپؐ نے فرمایا: تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تیری خالہ زندہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: اس سے نیکی کا برتاؤ کر۔“

صلہ رحمی کا فائدہ:

☆..... ((عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْحَنَّةَ.....؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُعِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ)) (۱)

”حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے سیدہ جنت میں لے جائے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اور نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔“

☆..... ((عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْطَرَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِي آثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)) (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور اس کی عمر میں اضافہ ہو، اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرنے۔“

اخلاقِ حسنہ کے فوائد:

☆..... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَا شِئْتُ أَثْقَلَ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيَبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبِدِيَّ)) (۳)

(۱) [صحیح البخاری، کتاب الادب، باب فضل صلة الرحم (ح-۵۹۸۳)]

(۲) [صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من يسطر له في الرزق بصلة الرحم (ح-۵۹۸۶)]

(۳) [صحیح الترمذی (ح-۲ ص ۱۹۳-۱۹۴)]

”قیامت کے دن مومن کے ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ اُس شخص سے بغض رکھتا ہے جو فحش کلامی اور بیہودگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔“

☆..... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْحَنَّةَ قَالَ تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ))^(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سا عمل ہے جس کی بنیاد پر زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”وہ اللہ تعالیٰ کا ڈر اور اچھا اخلاق ہے۔“

☆..... ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنْ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا))^(۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔“

محتاجوں کے کام آتا:

اگر کسی مظلوم، تنگدست اور پریشان حال شخص سے بقدر استطاعت تعاون کیا جائے تو خود تعاون کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی خصوصی تعاون فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرْ عَلَى مُعْسِرٍ يَسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ آخِيهِ))^(۳)

(۱) [صحیح ترمذی، الزبائی (ج ۲ ص ۱۹۴)]

(۲) [صحیح ابوداؤد، الزبائی (ج ۳ ص ۹۱۱)]

(۳) [مسلم: کتاب الذکر الدعاء: باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن (ج ۲ ص ۶۹۹)]

”بس شخص نے کسی مسلمان کی دنیوی مشکلات میں سے ایک مشکل آسان کی اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے ایک مشکل دور فرمادیں گے۔ اور جس شخص نے کسی تنگ دست پر آسانی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ جب تک کوئی آدمی اپنے بھائی کی مدد کر رہا ہوتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کر رہے ہوتے ہیں۔“

قرض دار سے حسن سلوک:

☆..... ((عن ابی ہریرۃ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ لَهُ أَظْلَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ)) (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی تنگ دست (مقروض) کو مہلت دے یا اس کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے تلے جگہ عطا فرمائے گا، جبکہ اس دن اس سائے کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔“

☆..... ((عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يُنْحِيَهُ اللَّهُ مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيَنْفَسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ)) (۲)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن دکھ اور تکلیف سے بچالے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تنگ دست قرض دار کو مہلت دے یا قرض کا بوجھ اس کے اوپر سے اتار دے (یعنی اسے قرض معاف کر دے)۔“

(۱) [صحیح ترمذی، از البانی (ج ۲ ص ۳۰)]

(۲) [صحیح مسلم - کتاب العداۃ، باب فضل انظار المعسر]

یوگان اور مسکینوں سے تعاون کرنے والا:

☆..... ((عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قَالَ السَّاعِي عَلَى الْآزِمِلَةِ وَالْمُسْكِينِ كَالْمُحَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَخِيْبُهُ قَالَ وَكَالْقَائِمِ لَا يَفْتَرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِنُ))^(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”یوہ عورتوں اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ [راوی کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا:] وہ اس شخص کی طرح ہے جو (نماز تہجد کے لیے) قیام کرتا ہے اور سستی نہیں دکھاتا اور اس روزے دار کی طرح ہے جو بکثرت روزے رکھتا ہے۔“

میت کی نماز جنازہ پڑھنا اور اسے دفن کرنا:

☆..... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْآخِرِ بِقَبْرٍ طَيِّبٍ كُلِّ قَبْرٍ طَيِّبٍ مِثْلُ أُحُدٍ وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقَبْرٍ طَيِّبٍ))^(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب طلب کرتے ہوئے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے، پھر نماز جنازہ کی ادائیگی اور دفن تک ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب کے ساتھ لوٹے گا، اور قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور جس شخص نے نماز جنازہ پڑھی پھر دفن کرنے سے پہلے واپس آ گیا تو وہ ایک قیراط ثواب کے ساتھ لوٹے گا۔“

(۱) [بخاری، کتاب الادب، باب الساعی علی المسکین (۶۰۰۷) مسلم، کتاب الزہد، باب

الاحسان الی الارملة]

(۲) [بخاری، کتاب الایمان، باب اتباع الجنائز من الایمان (ح ۴۷)]

زبان کا درست استعمال:

☆..... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنْ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنْ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ)) (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ایک آدمی انجام سے بے پروا ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضامندی والا ایک کلمہ کہہ دیتا ہے اور اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے درجات کو بلند فرمادیتا ہے۔ اسی طرح انجام سے بے پروا ہو کر ایک آدمی اللہ کی ناراضگی والا کوئی لفظ کہہ دیتا ہے اور اس ایک لفظ کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔“

☆..... ((عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَا الْإِسْلَامُ أَفْضَلُ؟ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَبَدَنِهِ)) (۲)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (اس کا اسلام افضل ہے)۔“

☆..... ((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا النَّجَاحُ؟ قَالَ أَمْلِكُكَ عَلَيْكَ لِسَانُكَ وَلَيْسَعُكَ يَتُّكَ وَابْكُ عَلَى خَطِيئَتِكَ)) (۳)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! نجات کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اپنی زبان پر کنٹرول کرو اور اپنے گھر میں رہو، اور اپنی غلطیوں پر روتے رہو۔“

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ المناسن (ح ۶۷۸۸)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ای الاسلام افضل]

(۳) [صحیح الترمذی (للالبانی)، ج ۲ ص ۲۸۷]

عدل و انصاف کی اہمیت:

☆..... ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللَّهِ عَلَى مَنَابِرٍ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّوَجَلَّ، وَكَلَّمَا يَدَيهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْلَمُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلَوْا))^(۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک عدل و انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔ اور اس کے دونوں ہاتھ یمنی دائیں ہیں [یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں اور اپنے اہل و عیال کے معاملہ میں عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔“

☆..... ((عَنْ عِيَّاضٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أَهْلُ الْحَنَةِ ثَلَاثَةٌ دُوسُلْطَانٌ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَجِيمٌ رَفِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِمٌ مُوَعِيفٌ مُتَعَفِّفٌ دُوعِيَالٍ))^(۲)

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جنت کے مستحق تین طرح کے لوگ ہیں:

۱۔ عدل و انصاف اور سچائی کی توفیق دیا گیا بادشاہ۔

۲۔ وہ مہربان آدمی جس کا دل ہر قریبی رشتہ دار اور مسلمان کے لیے نرم ہو۔

۳۔ وہ پاکدامن آدمی جو اہل و عیال والا ہونے کے باوجود سوال کرنے سے بچتا ہے۔“

((عَنْ لَيْسَى هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَصْنَعُ ظِلَّهُ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ))^(۳)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”سات قسم کے

(۱) [مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلة الامیر العادل (ج ۱۸۲۷)]

(۲) [مسلم، کتاب الحنۃ، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا اهل الحنۃ..... (ج ۲۸۶۵)]

(۳) [بخاری، کتاب الحدود، باب فضل من ترك الفواحش (ج ۶۸۰)]

لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ان سات میں) ایک عادل بادشاہ (حاکم) بھی ہے۔“

اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے والا:

☆..... ((عن ابی ہریرۃ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْمَا یَحْکِیْ عَنْ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ - اَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِیْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا، عَلِمَ اَنْ لَهُ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ اٰی رَبِّ اَغْفِرْ لِيْ ذَنْبِیْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَبْدٌ اَذْنَبَ ذَنْبًا، فَعَلِمَ اَنْ لَهُ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ، فَقَالَ اٰی رَبِّ اَغْفِرْ لِيْ ذَنْبِیْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا، فَعَلِمَ اَنْ لَهُ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِالذَّنْبِ، اِعْمَلْ مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ)) (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”ایک عہدہ گناہ کرتا ہے تو کہتا ہے اے میرے اللہ! میرے گناہ معاف فرما، اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اسے معلوم ہے کہ اس کا رب ہی اس کا گناہ معاف کر سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو اس کی گناہ پر گرفت بھی کر سکتا ہے۔ پھر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے اور یہی دعا کرتا ہے:

اے میرے اللہ! میرے گناہ معاف فرما۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے گناہ کیا اور اسے یقین ہے کہ اس کا رب اس کا گناہ معاف بھی کر سکتا ہے اور اس گناہ پر اس کی گرفت بھی کر سکتا ہے۔ پھر وہ آدمی گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے پروردگار! میرے گناہ کو معاف فرما تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور جان لیا کہ اس کا رب گناہوں کو معاف بھی کر سکتا ہے اور ان پر پکڑ بھی کر سکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (اے میرے بندے!) جو چاہے عمل کر میں نے تجھے معاف کر دیا ہے۔“

(۱) [صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول التوبۃ من الذنوب (ج- ۲۷۵۸)]

شرم و حیار رکھنے والا:

☆..... ((عن ابی ہریرۃ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ بِوَ الْاِيْمَانِ فِي الْحَنَةِ وَالْبَذَاءِ مِنَ الْحَفَاءِ وَالْحَفَاءُ فِي النَّارِ))^(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جائے گا، اور (اس کے برعکس) بے حیائی برائی کا حصہ ہے اور برائی کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔“

☆..... حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي الْاِبْعَثِي))^(۲)

”حیا کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے۔“

نیکی کے ارادہ پر بھی ثواب ہے:

☆..... ((عن ابن عباس عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَرَوِي عَنْ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ قَالَ اِنَّ اَللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اَللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَاِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اَللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلَى سَبْعِمِائَةٍ ضَعُفٍ اِلَى اَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَاِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اَللّٰهُ لَهُ سَيِّئَةٌ وَاحِدَةٌ))^(۳)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رب تعالیٰ سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں کو لکھا، پھر انہیں واضح کر دیا۔ اب جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے لیکن اسے انجام نہیں دے پاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اپنے پاس سے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ اور اگر وہ ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کے نامہ اعمال میں دس

(۱) [ترمذی، کتاب فیہ (ج ۲۰۰۹) (۲) [مسلم کتاب الايمان باب بيان عدد شعب الايمان]

(۲) [بخاری، کتاب الرفق باب من هم بحسنة او بسنة (ج ۱) (۳) [مسلم کتاب الايمان باب بيان عدد شعب الايمان]

(۱۰) نیکیوں سے لے کر سات سو (۷۰۰) نیکیاں بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیوں کا ثواب لکھ دیتے ہیں اور وہ شخص جو برائی کا ارادہ کرتا ہے لیکن برائی کرتا نہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے۔ اور اگر وہ ارادہ کرنے کے بعد اس برائی کو کرتا ہے تو تب اس کے نامہ اعمال میں ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔“

سچائی کی راہ اختیار کرنے والا:

☆..... ((عن عبد الله بن مسعود قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنْ الصَّدَقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنْ الْبِرُّ يَهْدِي إِلَى الْحَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ صَدِيقًا، وَإِنْ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ كَذَابًا)) (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ صدیق (بہت سچا) لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ کذاب (بہت جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔“

رزق پر شکر ادا کرنے والا:

☆..... ((عن معاذ بن انس قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِي مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةَ“ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)) (۲)

(۱) [بخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ

وكونوا..... (ح ۶۰۹۴) مسلم کتاب البر والصلة]

(۲) [صحیح ترمذی (الزبانی، ج ۳ ص ۱۵۹)]

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”جو شخص کھانا کھائے اور پھر یہ کلمات کہے:

((الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِي مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةَ))

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے کھانا دیا اور مجھے بغیر میری طاقت و قوت کے رزق دیا۔“

تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“

غلام (اور قیدی) آزاد کرنے کا ثواب:

☆..... ((عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً أَعْتَقَ اللَّهُ بِكُلِّ عَصَا مِنْهُ عَصَا مِنَ النَّارِ حَتَّىٰ فَرَجَهُ بِفَرَجِهِ)) (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص نے کوئی غلام یا لونڈی آزاد کیا، اللہ تعالیٰ اس (غلام یا لونڈی) کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو دوزخ سے آزاد فرما دے گا، یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کے بدلے اس (آزاد کرنے والے) کی شرمگاہ کو بھی (جہنم سے آزاد کر دے گا)۔“

جنت میں درخت اُگانے والی نیکی:

☆..... ((عن جابر عن النبی ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ)) (۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ (یعنی ”پاک ہے اللہ تعالیٰ عظمت والا اپنی تعریف کے

(۱) | بخاری، کتاب کفارات الایمان، باب قوله تعالى او تحریر رقبۃ |

(۲) | صحیح ترمذی (ج ۳ ص ۱۶۰) |

ساتھ“) کہا، اس کے لیے اس کے بدلہ میں جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔“

جنت کا خزانہ:

☆.....((عن ابی موسیٰ الاشعری قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ أَوْ قَالَ عَلَى كَثْرٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ بَلَى فَقَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ)) (۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ یا [آپ ﷺ نے فرمایا] جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی خبر نہ دوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“

[ترجمہ: ”گناہوں سے بچنے کی اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ہے“]

بخار گناہوں کو دھو ڈالتا ہے!

☆.....((عن جابر بن عبد الله أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى أُمِّ السَّائِبِ أَوْ أُمِّ الْمُسَيْبِ فَقَالَ مَالِكُ؟ يَا أُمُّ السَّائِبِ! أَوْ أُمُّ الْمُسَيْبِ! تَزْفَرِينَ؟ قَالَتْ: الْحُمَى لَا بَارَكَ اللَّهُ فِيهَا. فَقَالَ لَا تُسَبِّحِي الْحُمَى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ عَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يَذْهِبُ الْكَبِيرُ حَبَّتِ الْحَدِيدِ)) (۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ام سائب یا ام مسیب کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیوں کانپ رہی ہو؟

(۱) [مسلم، کتاب الذکر، باب استحباب خفض الصوت بالذكر (ج ۴-۲۷۰)]

(۲) [مسلم، کتاب البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيه من مرض (ج ۵-۲۰۷۰)]

اس نے عرض کیا: مجھے بخار ہے، اللہ اس کجخت بخار کو بے برکت کرے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: بخار کو برا مت کہو، کیونکہ بخار تو اولادِ آدم کی غلطیوں (خطاؤں) کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔“

مقبول دعا اور اس کی برکتیں:

☆..... ((عن ام الدرداء قَالَتْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِغَيْرِ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلٍ)) (۱)

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان کی وہ دعا رايگاں نہیں جاتی جو وہ اپنے بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں کرتا ہے۔ ایسی دعا کے موقع پر اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے، چنانچہ جب وہ اپنے بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں نیک دعا کرتا ہے تو وہی مقرر فرشتہ آمین کہتا ہے اور ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ تیرے حق میں بھی یہی دعا قبول ہو۔“

☆..... ((عن ابی ہریرۃ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَآ مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو اللَّهَ بِدُعَاءٍ إِلَّا اسْتَجِيبَ لَهُ فَإِمَّا أَنْ يُعْجَلَ لَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِمَّا أَنْ يُدْخِلَهُ فِي الْآخِرَةِ مَا لَمْ يَدْعُ بِأَيْمٍ أَوْ قَطِيعَةٍ رَجِمَ أَوْ يُسْتَعْجَلَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يُسْتَعْجَلَ؟ قَالَ، يَقُولُ دَعْوَتِي رَفِي فَمَا اسْتَجَابَ لِي)) (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے، (وہ اس طرح کہ) یا تو دنیا ہی میں اسے وہ چیز عطا کر دی جاتی ہے یا پھر آخرت میں اس کے لیے اسے ذخیرہ کر

(۱) [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظہر الغیب (ح ۲۷۳۳)]

(۲) [صحیح ترمذی (ج ۳ ص ۱۸۸)]

دیا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے، اور جلد بازی بھی نہ کرے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ دعا کرنے والا جلد بازی کیسے کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جب وہ (بے صبر ہو کر) یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی مگر اس نے قبول نہیں کی۔“

☆..... ((عن سلمان قال قال رسول الله ﷺ لَا يَزِيدُ الْقَضَاءُ إِلَّا الدُّعَاءَ وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبُيُوتَ)) (۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دعا سے تقدیر بھی بدل جاتی ہے اور نیکی کرنے سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔“

☆..... ((عن سلمان الفارسی عن النبي ﷺ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى حَيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي إِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا خَائِبَتَيْنِ)) (۲)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”یقیناً اللہ تعالیٰ بہت شرم و حیاء والا، اور معزز و کریم ہے، جب اس کا بندہ اس کے حضور ہاتھ اٹھا کر التجاء کرتا ہے تو اسے حیا آتی ہے کہ وہ اپنے بندے کے ہاتھوں کو خالی لوٹائے۔“

جنت میں لے جانے والے مختصر اور آسان کام:

☆..... ((عن ابی ہریرۃ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ)) قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَرِيدُ عَلَى هَذَا فَلَمَّا وُلِّيَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا)) (۳)

(۱) [صحیح ترمذی (ج ۲ ص ۲۲۵)] (۲) [صحیح ترمذی (ج ۲ ص ۲۲۵)]

(۳) [صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب وجوب الزکاة (ج ۱ ص ۱۳۹۷) صحیح مسلم، کتاب

الایمان، باب السؤال عن ارکان الاسلام]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا: مجھے ایسا عمل بتائیں جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرا، فرض نماز کو اہتمام کے ساتھ ادا کر اور جو زکوٰۃ فرض ہے اسے (سال بہ سال) ادا کرتا رہ اور رمضان المبارک کے روزے رکھ۔ اس آدمی نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس میں کچھ بھی زیادتی نہیں کروں گا۔ وہ آدمی واپس چلا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس بات میں خوشی محسوس کرتا ہے کہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس کی طرف دیکھ لے!“

☆..... ((عن ابی ہریرۃ أنّ رسولَ اللہ ﷺ قال کُلُّ أُمَّتٍ یَدْخُلُونَ الْحَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَلْبَسَ قَالَ مَنْ أَلْبَسَ دَخَلَ الْحَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَلْبَسَ))^(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری ساری امت جنت میں داخل ہو جائے گی سوائے اس کے جس نے خود ہی جنت میں جانے سے انکار کر دیا! صحابہؓ نے عرض کیا: وہ کون ہے جو جنت میں جانے سے انکار کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کر دیا!“



(۱) [صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ (۷۲۸۰)]

باب ۷:

گناہ اور اس کے اثرات و نقصانات

جس طرح نیک اعمال انسان کی زندگی میں
خوشگوار کیفیت پیدا کرتے ہیں، اسی طرح اس کے
برعکس گناہ بھی انسان کے دل و دماغ اور زندگی کو
بری طرح متاثر کرتے ہیں، گناہوں میں بڑ
کر انسان کو طرح نباہ و برباد ہوتا ہے اور کیسی
گناہوں کی زندگی سے ہرٹکارا یا ہکتا ہے! آئندہ
مطور میں حافظ ابن قیمؒ کے حوالے سے اس موضوع
پر کچھ روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

گناہوں کے اسباب، وجوہات، ذبیوی و اخروی
نقصانات اور توبہ و استغفار کے حوالے سے تفصیلی
مطالعہ کے لیے ہماری کتاب: ”انسان اور گناہ“ کا مطالعہ
بے حد مفید رہے گا۔ [مؤلف.....]



گناہ کی ہلاکت خیزیاں

گناہ اور معصیت حد درجہ مضر چیز ہے، البتہ ان کے بُرے اثرات کے درجے الگ الگ ہیں۔ دنیا میں پھیلی ہوئی ہر بیماری اور بگاڑ کی تہہ میں گناہ اور معصیت کے برے اثرات ہی کارفرما ہوتے ہیں۔ غور کیجیے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس نے ہمارے ماں باپ [یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام] کو راحت، خوشی اور مسرت کے ابدی مقام [جنت] سے رنج، غم اور معصیت کے دائمی گھر یعنی دنیا میں لا پھینکا؟ وہ کون سی چیز تھی جس نے ابلیس کو آسمان کی بادشاہت سے نکال ڈالا؟ رحمت کا مستحق تھا، لعنت کے قائل اس کو بنایا، حسن و جمال سے مالا مال تھا، بد صورتی اور بھو ہڑپن اس کا مقدر بنا، جنت میں تھا، دہکتی ہوئی آگ اس کی قسمت ٹھہری، اور مقرب ترین تھا اور کہاں نامرادوں اور بد بختوں کی قیادت اس کے حصے میں آئی!

یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا چیز تھی جس نے دھرتی کے تمام باشندوں کو پانی میں ایسا غرق کیا کہ پانی پہاڑوں کی چوٹیوں تک جا پہنچا؟ قوم عاد پر ایسی آندھی کیوں آئی جس نے قوم کے ایک ایک قد آور کو بے حس و حرکت کر ڈالا۔ جن کے نشانات آج بھی جائے عبرت ہیں۔ وہ کون سی چیز تھی جس نے قوم ثمود پر ایسی دل دہلا دینے والی اور سینہ چیر کر رکھ دینے والی چیخ مسلط کی جس نے قوم لوط کی بستیوں کو اتنا اونچا اٹھایا کہ آسمان کی بلندی پر قد سیوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں پھر وہاں سے انہیں اوندھا الٹ دیا اور آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ جو قوم بھی اس عادت بد کا شکار ہوگی وہ اس طرح کی عبرت ناک سزا ہی کی مستحق ہے۔

وہ کیا چیز تھی جس نے قوم شعیب پر سائبان کی شکل میں عذاب کیا۔ ابر کی یہ پھتری جب ان پر تن جاتی تو اس کے اندر سے شعلے اور دہکتے انگاروں کی بارش ہوتی۔ وہ کیا چیز تھی جس نے فرعونوں کو ڈبو دیا اور ان کی زوجوں کو دوزخ میں پھینک دیا۔ ایک طرف جسم تہہ آب ہوا اور دوسری طرف روحیں شعلہ پوش ہوئیں۔ وہ کیا چیز تھی جس نے قارون کو گھر والوں سمیت زمین کی گہرائی میں پوند کیا، جس نے قوم عاد کی معاصر قوم کو زبردست چنگھاڑ سے فنا کے گھاٹ اتار دیا کہ ہر ایک حواس باختہ ہو کے مرا؟ وہ کون سی چیز تھی جس کی پاداش میں بنی اسرائیل پر ان سے زیادہ سخت قوم مسلط ہو گئی جو ان کے گھروں میں گھس گئی، مردوں کو تہہ تیغ کر دیا اور بچوں، عورتوں کو غلام بنالیا۔ وہ کیا تھا جس سے یہ بندر اور سوراخ بنادیئے گئے اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط ہوئے اور ذلت ان پر چھا گئی؟!

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب قبرص فتح ہوا تو میں نے دیکھا کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کیا آج رونے کا دن ہے؟ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جبیر! تمہارا براہوتم نے نہیں دیکھا جب کوئی قوم احکام الہی کو توڑ دیتی ہے تو اللہ کے سامنے اس کی کیا عزت رہ جاتی ہے۔ بھلا سوچو! ان لوگوں کو کیا شان و شوکت حاصل نہ تھی؟ کیا ان کا کوئی اپنا بادشاہ نہ تھا؟ لیکن جب انہوں نے احکام خداوندی کی خلاف ورزی کی تو ان کی کیا ڈرگت بنی؟!

مسند احمد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جب میری امت میں گناہوں کی کثرت ہوگی تو اللہ ان پر اپنا ہمہ گیر عذاب مسلط کر دے گا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا اس وقت ان میں نیک لوگ نہیں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں! تو میں نے عرض کیا: پھر ان کے ساتھ اس وقت کیا برتاؤ کیا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: گنہگاروں کو جو عذاب پہنچے گا، انہیں بھی وہی عذاب پہنچے گا۔ پھر (مرنے کے بعد) یہ اللہ کی بخشش و مغفرت کے حقدار ہوں گے۔“

حضرت حسنؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”یہ امت اس وقت تک اللہ کے ہاتھ کے نیچے ہوگی جب تک اس امت کے امراء اپنے علماء کی موافقت کریں گے، امت کے صالحین، فاسقوں اور فاجروں کو نیک بنائیں گے اور اچھے لوگ برے لوگوں کی اہانت اور تذلیل نہیں کریں گے اور جب وہ غلط عمل کریں گے تو اللہ ان پر سے اپنا ہاتھ اٹھالے گا، پھر ان کے اوپر انہی میں سے سرکش لوگوں کو مسلط کر دے گا۔ جو انہیں بدترین عذاب دیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں فقر و فاقہ میں مبتلا کر دے گا۔“

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الرَّجُلَ لَيَحْرُمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ بُصِيئَةً)) [سنن ابن ماجہ (ح ۴۰۲۲)]

”بے شک آدمی اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔“

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو دسترخوان پر بلاتے ہیں اسی طرح (دشمن) قومیں تمہیں قلمہ تر سمجھ کر چاروں طرف سے تم پر ٹوٹ پڑیں گی۔۔۔۔ ایک شخص نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول! کیا ہماری قلت تعداد کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اس وقت تعداد میں بہت زیادہ ہو گے لیکن تمہاری حیثیت خس و خاشاک سے بڑھ کر نہیں ہوگی۔ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب اٹھ جائے گا اور تمہارے اندر ”وہن“ کی بیماری لگ جائے گی۔ پوچھا گیا کہ وہن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب مجھے معراج کروائی گئی تو میرا گزرا ایک قوم پر ہوا، جن کے ناخن تانبے کے تھے، جن سے وہ اپنے چہروں اور رسیوں کو کھرچ رہے تھے۔ میں نے کہا جبرائیل! یہ کون

لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں کو لوٹتے [یعنی غیبت کرتے] تھے۔“ [مسند احمد]

حضرت حسنؓ سے ایک مرسل روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جب لوگ علم کا مظاہرہ کریں گے لیکن عمل سے کورے ہوں گے، زبانی محبت کا دعویٰ کریں گے لیکن داؤں میں بغض اور عداوت رکھیں گے اور رشتوں، ناطوں کو توڑ ڈالیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر لعنت برسائے گا اور ان کے کانوں کو بہرہ اور آنکھوں کو اندھا بنا دے گا۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خَمْسٌ إِذَا بَتَلَيْتُمْ بِهِنَّ وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونَ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أَجَلُوا بِالسَّيِّئِينَ وَشِدَّةِ الْمُؤَوَّنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مَنَعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْ لَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا وَلَمْ يَنْقُصُوا عَهْدَ اللَّهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَخَذَ بَعْضُ مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَمَالَهُمْ تَحْكُمُ أَقْسَمُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا نَزَلَ اللَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ)) [سنن ابن ماجہ (ح ۴۰۱۹)]

”اے مہاجرین کی جماعت! پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہو گے (تو نقصان اٹھائے گے)، اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کا شکار نہ ہو جاؤ (اور وہ یہ ہیں):

۱۔ جب کسی قوم میں زنا کاری برسر عام ہونے لگے، تو ایسی قوم میں طاعون اور ایسی ایسی تکلیفوں والی بیماریاں پھیل جائیں گی جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ ہوئی ہوں گی۔

۲۔ جس قوم نے ناپ تول میں کمی کی اسے قحط سالی، سخت زندگی اور ظالم حکمرانوں سے

واسطہ پڑے گا۔

۳۔ جس قوم نے اپنے مال کی زکوٰۃ روکی، اس کے لیے آسمان سے بارش کا سلسلہ روک لیا جائے گا۔ اگر جانور نہ ہوں تو بارش کی ایک بوند نہ برے!

۴۔ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کیے ہوئے وعدے کو توڑ دیا، اللہ ان پر باہر سے ایسا دشمن مسلط کر دے گا، جو ان کے پاس موجود وسائل پر قبضہ کر لے گا۔

۵۔ جس قوم کے حکمران، اللہ کی کتاب کو نافذ نہیں کریں گے اور اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل پیرا نہیں ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس قوم کے درمیان خانہ جنگی پیدا کر دے گا۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جب لوگ درہم و دینار میں بخل سے کام لینے لگیں، ایک دوسرے سے بیع عینہ [ناجائز کاروبار] کرنے لگیں، بیلوں کی دم کے پیچھے چلیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان پر اس وقت بلا اور آزمائش مسلط کرے گا تاوقتیکہ وہ اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آئیں۔“ [مسند احمد]

حضرت حسنؓ سے ایک مرسل روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان کا معاملہ عقلمندوں کے سپرد کر دیتا ہے اور جو مال غنیمت انہیں، میسر آتا ہے اس کو ان کے بخی اور فراخ دل لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ان کا معاملہ اس قوم کے احمقوں کے سپرد کر دیتا ہے اور ان کا مال غنیمت ان کے بخیلوں کے سپرد کر دیتا ہے۔“

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ایک آدمی کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور روزخ میں جھوٹک دیا جائے گا جس سے اس کی آنتیں آگ میں ابل کر گر پڑیں گی، وہ شخص اس کے گرد اس طرح گھوٹے گا

جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر دوزخی اس کے گرد اکٹھے ہوں گے اور کہیں گے اے فلاں! تیرا یہ حال کیونکر ہوا۔ کیا تو ہمیں نیکی اور بھلائی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہ روکتا تھا؟!]

وہ کہے گا: ہاں! میں یہی کرتا تھا لیکن دراصل میں تمہیں بھلائی سکھاتا تھا خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا اور تمہیں برائی سے روکتا تھا لیکن میں خود اس سے باز نہیں آتا تھا!۔ [صحیح بخاری]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچتے رہو کیونکہ یہ گناہ جب اکٹھے ہو جاتے ہیں تو آدمی کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ پھر اس کی مثال دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جیسے ایک قوم نے کسی چٹیل میدان میں پڑاؤ ڈالا، اتنے میں ان کے کھانے کا وقت آ گیا، تب ایک شخص جا کر لکڑی لے آتا ہے، دوسرا جاتا ہے اور وہ بھی لکڑی لے آتا ہے یہاں تک کہ ڈھیر ساری لکڑیاں جمع ہو جاتی ہیں پھر اس کا آلاؤ روشن ہوتا ہے اور وہ لوگ اس پر کھانے کی چیزیں رکھ کر پکا لیتے ہیں۔“ [مسند احمد]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”آج تم جو بعض کام کرتے ہو تمہاری نظر میں اس کی اہمیت بال برابر نہیں ہوتی لیکن رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم اسے تباہ کن تصور کیا کرتے تھے۔“ [بخاری]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ایک عورت پر بلی کی وجہ سے عذاب نازل ہوا، اس نے ایک بلی باندھ کر رکھی تھی یہاں تک کہ بلی مر گئی اس کی وجہ سے وہ عورت دوزخ میں گئی، کیونکہ وہ اسے نہ کھانے کو دیتی تھی نہ پینے کو اور، نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کپڑے مکوڑے کھالے۔“

گناہ انسان پر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں؟

معصیت اور گناہوں کے نہایت مضر اثرات دل اور جسم پر یکساں پڑتے ہیں اور دنیا و آخرت میں اس کے ہمہ گیر نقصانات کا اندازہ اللہ رب العالمین کے سوا کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ آئندہ بطور میں گناہوں کے چند اہم اثرات کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ علم سے محرومی:

علم اللہ کا نور اور اس کا دیا ہوا آجالا ہے جس کو وہ دل اور ضمیر میں اتارتا ہے اور معصیت اس نور کو بجھا دیتی ہے۔ امام شافعیؒ نے جب امام مالکؒ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا تو ان کی ذہانت، ہوش مندی اور کمال سمجھداری کو دیکھ کر امام مالکؒ دنگ رہ گئے اور فرمانے لگے:

”میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے تمہارے دل پر نور کی ضیاء کر نیں اتاری ہیں دیکھنا! گناہ اور معصیت کی اندھیاری سے اس کو بجھانہ دینا۔“

انہی امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ

شَكُوْتُ إِلَى وَكَيْعٍ سُوءَ حِفْظِي فَأَرْشَدَنِي إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِي

میں نے اپنے استاد و کچ سے خراب حافظے کی شکایت کی تو انہوں نے کہا کہ معصیت اور گناہ چھوڑ دو۔ اور یہ بھی کہا کہ جان لو، علم اللہ کا فضل اور کرم ہے اور یہ نافرمانوں کو نہیں دیا جاتا۔

۲۔ رزق سے محرومی:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمَ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ)) [سنن ابن ماجہ (ح ۴۰۲۲)]

”بے شک آدمی اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔“
مطلب یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے سے روزی میں افزائش اور برکت ہوتی ہے
اور پرہیزگاری اور خدا کا خوف نہ کرنے سے لامحالہ فقر و فاقہ تیزی سے لاحق ہوتا ہے۔
۳۔ وحشت اور گھبراہٹ:

گناہ اور معصیت کی راہ اختیار کرنے والے پر از خود ایک خوف طاری رہتا ہے اور یہ
خوف اور گھبراہٹ اتنی شدید ہوتی ہے کہ کوئی لذت، اور راحت نہ اسے مزہ دیتی ہے اور نہ
آرام پہنچنے دیتی ہے لیکن اس نفسیاتی کیفیت کا صحیح اندازہ صرف وہی لگا سکتا ہے جس میں
زندگی کی کوئی رمت ہے ورنہ جس کا بدن مردہ ہو چکا ہو اس کے ٹکڑے بھی کر دیے جائیں تو
اسے کیا فرق پڑتا ہے!

۴۔ گناہوں کے ارتکاب سے عمر گھٹتی اور زندگی بے برکت ہو جاتی ہے:

گناہوں کی وجہ سے زندگی کی برکتیں لازمی طور پر سکڑ کر محدود ہو جاتی ہیں اور یہ واقعہ
ہے کہ گنہگار انسان کی پوری زندگی بے برکت اور بے کیف ہو کر رہ جاتی ہے۔ برکت ایسی
چیز ہے کہ اگر وقت میں پڑ جائے تو انسان تھوڑے وقت میں بہت سے امور سرانجام دے
لیتا ہے اور مال میں پڑ جائے تو تھوڑا سا مال بھی کافی ہو جاتا ہے۔ زندگی میں پڑ جائے تو
انسان تھوڑی سی عمر میں بڑے بڑے کام کر گزرتا ہے۔ لیکن ایک رائے یہ بھی ہے کہ گناہوں
سے زندگی سچ جھج کم ہو جاتی ہے اور اس کی بھی معقول وجوہات ہیں۔ گناہ انسان کے مدافعتی
نظام کو ناکارہ کر کے معیاری زندگی کو ختم کر دیتے ہیں اور انسان لاغر ہو کر رہ جاتا ہے۔

۵۔ ایک گناہ سے مزید گناہوں کا دروازہ کھل جاتا ہے:

گناہ کے نتیجے میں گناہ ہی پیدا ہوتا ہے اور ایک برائی دوسری کو جنم دیتی ہے گویا جب
ایک بندہ نیکی کرتا ہے تو اس سے متصل دوسری نیکی بھی کہتی کہ مجھے بھی کر لے، پھر تیسری کہتی
ہے کہ مجھ پر بھی عمل کرتا جا، یہی حال برائیوں کا ہے۔ اب جو کوئی نیکی کرتا ہے اگر وہ نیکی کرنا

چھوڑ دے اور برائی شروع کر دے تو اس کے دل میں تنگی اور بے چینی پیدا ہوگی اور اس کا سینہ جلنے لگے گا، اسے اپنی راہیں مسدود نظر آئیں گی اور زمین کشادہ ہونے کے باوجود اس پر تنگ ہو جائے گی اور دلی طور پر اسے احساس ہوگا کہ گناہ کر لینے کے بعد اس کی حالت پانی سے باہر اس مچھلی کی سی ہے جو اس وقت تک تڑپتی رہے گی جب تک کہ لوٹ کر پانی میں نہ چلی جائے۔ لہذا ایسا انسان جب نیکی کر لے گا تو اس کی جان میں جان آئے گی اور اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی۔

۶۔ قوتِ ارادی میں کمزوری:

جب انسان کے دل میں برائی کا ارادہ طاقت پاتا ہے تو اس برائی اور گناہ کی وجہ سے اس کی قوتِ ارادی میں کمزوری آ جاتی ہے یہاں تک کہ توبہ کا خیال یکسر دل سے نکل جاتا ہے اور اگر دل پر نیم مردنی سی چھائی رہے تو انا بیت الی اللہ کا حوصلہ کہاں باقی رہے گا۔ کیونکہ ایسے حال میں اگر توبہ کی تو زبان زیادہ تر جھوٹ اور دروغ گوئی سے کام لے گی اور دل میں معصیت کی تہ بہ تہ پڑی سلوٹیں یہ خواہش کر رہی ہوں گی کہ کب موقع ملے اور گناہ کر گزرے۔ چونکہ انسان گناہ کے بعد اپنی باگِ نفس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے لہذا خواہش نفس اسے جہاں چاہتی ہے بھگائے لیے پھرتی ہے اور اس کی اپنی خودی مہم ہو کر رہ جاتی ہے۔

۷۔ کفار کی پیروی:

اس میں شک نہیں کہ کفر و شرک ہو یا لواطت و بدکاری، ماپ تول میں کمی ہو یا تکبر و غرور..... ان میں سے ہر ایک گناہ اور معصیت پچھلی قوموں کا ناپاک ورثہ ہے لہذا جو قومیں بھی اس ناپاک ورثے کو اپناتی ہیں وہ گویا انہی قوموں کے اترے ہوئے جاعے پھر سے زیب تن کرتی ہیں حالانکہ گزشتہ تباہ شدہ یہ سب قومیں اللہ کی دشمن تھیں۔

۸۔ ضلالت و ذلت:

گناہ اور معصیت سے بندہ اپنے رب کے آگے ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کی نظروں سے گر جاتا ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ جب بندہ از خود ذلیل و خوار ہو جائے گا تو کون بھلا اس کا اکرام کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ﴾ [الحج: ۱۸]

”اور جسے اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔“

۹۔ گناہ کا احساس ختم ہونا:

گناہ اور معصیت کے مسلسل ارتکاب سے بندے کے دل میں گناہ کا احساس بھی باقی نہیں رہتا بلکہ گناہ اس کی نظر میں معمولی اور حقیر ہو جاتا ہے۔ یہ علامت حد درجہ خطرناک اور ہلاکت خیز ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”مومن شخص جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ اونچے پہاڑ کی گہری کھائی میں کھڑا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں پہاڑ اس کے اوپر نہ گر پڑے۔ اور فاسق و فاجر جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس کی ناک پر کبھی بیٹھی ہو اور یوں کرنے سے وہ اڑ کر چلی جائے۔“

۱۰۔ گرد و پیش پر اثرات:

جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس گناہ کی نحوست اور سوزش اس کے گرد و پیش کے انسانوں اور چوپایوں پر بھی پڑتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظالم کے ظلم سے سرخاب بھی اپنے گھونسلوں میں دم توڑ جاتے ہیں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب قحط کا دور ہوتا ہے اور بارش بند ہو جاتی ہے تو مویشی اور چوپائے زبان حال سے کہتے ہیں کہ یہ گناہ گار آدمی کی نحوست کا نتیجہ ہے۔ حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ زمین کے کیڑے مکوڑے یہاں تک کہ زہریلے سانپ اور بچھو بھی کہتے ہیں کہ اولادِ آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم بارش کی بوندوں

سے محروم ہو گئے ہیں۔ یعنی اس طرح یہ بے زبان مخلوق ان کے لیے بددعا کرتی ہے۔
غور کا مقام ہے کہ گنہگاروں کے گناہ کی اس سے بڑی سزا کیا ہوگی کہ خود بے گناہ و بے
زبان بھی انہیں لعنت و ملامت کرنے لگیں!

۱۱۔ عزت و توقیر کا خاتمہ:

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ گناہوں کے نتیجے میں ذلت و اہانت کا پیدا ہونا یقینی ہے
یعنی عزت و توقیر صرف اطاعتِ الہی میں مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدِ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا﴾ [فاطر: ۱۰]

”جو کوئی عزت چاہتا ہے تو (وہ یاد رکھے کہ) عزت اللہ ہی کے لیے ہے۔“

یعنی عزت کے طلب گار کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے عزت کی جستجو کرے۔
بعض سلف صالحین یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّنِيْ بِطَاعَتِكَ وَلَا تُذِلَّنِيْ بِمَعْصِيَتِكَ

”اے اللہ! اپنی اطاعت سے ہمیں عزت عطا فرما اور گناہ اور معصیت کی وجہ سے ہمیں

رسوا نہ کر۔“

۱۲۔ لعنت کا مستحق:

مسئل ارتکابِ گناہ سے انسان کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور اس کا شمار غفلوں میں
ہونے لگتا ہے اور انہی معصیوں کے باعث گناہ گار انسان اللہ کے رسول ﷺ کی لعنت میں
گرفتار ہوتا ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے گناہوں پر لعنت فرمائی ہے مثلاً حسن کے لیے
اپنے جسم کو گودنے والی اور گدانے والی، (دھوکے کے لیے مصنوعی) بال جوڑنے والی،
اور جڑوانے والی، (بھوڑوں کے) بال اکھیڑنے والی اور اکھڑوانے والی، دانتوں کو باریک
کرنے والی یا باریک کروانے والی ان سب پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی
ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے، لکھانے والے، گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ نیز حلالہ کرنے والے اور کردانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

چوری کرنے والے، شراب پینے والے، شراب کشید کرنے والے، نچوڑنے والے، نچوڑوانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، قیمت کھانے والے، لاد کر لے جانے والے، جہاں لے جایا جائے، لدوانے والے..... ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔

کسی جاندار ذی روح کو باندھ کر نشانہ بازی کرنے والے، بیخود بننے والے مردوں، اور عورتوں کا روپ اختیار کرنے والوں، غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والوں، بدعت ایجاد کرنے والوں، تصویر بنانے والوں، اغلام بازی کرنے والوں، اندھوں کو غلط راستوں پر ڈالنے والوں پر، چوپائے سے جفتی کرنے والوں، جانوروں کے منہ پر داغنے والوں، کسی مسلمان سے مکاری کرنے والوں یا اسے تکلیف پہنچانے والوں پر، کثرت سے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر بھی آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

اسی طرح بیوی کو اس کے خاوند اور غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکانے والے پر، عورت سے اس کے پچھلے مقام پر دخول کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر کے بلانے پر بھی اس کے پاس نہ جائے اور اس کے بستر کو چھوڑ رہے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ نیز جو اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے حملہ کرے، جو صحابہ کرامؓ کو گالی دے، جو فساد پھیلانے، جو رشتہ نامہ توڑے، جو رسول ﷺ کو اذیت پہنچائے تو وہ بھی ملعون ہے۔

اللہ نے ان پر بھی لعنت فرمائی ہے جو اللہ کی نازل کردہ بینات، ہدایات اور نشانوں کو چھپاتے ہیں، پاکدامن، بھولی بھالی عورتوں پر بے حیائی کا الزام لگاتے ہیں، اور کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔

ایسا شخص جو عورت کا اور ایسی عورت جو مرد کا لباس پہنے اس پر بھی لعنت کی گئی ہے۔ اسی طرح رشوت لینے والے، دینے والے اور ان کے درمیان بات چیت کروانے والے پر بھی آپؐ نے لعنت فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار کام ایسے ہیں جن کو انجام دینے والوں پر آنحضرتؐ نے لعنت فرمائی ہے۔ اس لیے گناہ کے ایسے ہر کام سے بچنا چاہیے۔

۱۳۔ دعاؤں سے محرومی:

گناہ اور معصیت کا مرتکب اللہ کی، اس کے رسول ﷺ کی اور فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اور فرشتوں کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے دعا کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْحَجِيمِ رَبَّنَا وَآذِمْ لَهُمْ حَنَّتِ عَذَابِ الْإِثْمِ وَعَذَابُهُمْ وََمَنْ صَلَحَ مِنْ آلِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَمَوِّدْ فَقَدْ رَجِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفُورُ الْعَظِيمُ﴾

[المومن: ۹۶۷]

”جو (فرشتے) عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمانداروں کے لیے بخشش مانگتے (اور کہتے) ہیں: اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے لہذا جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ کی اتباع کی انہیں بخش دے اور جہنم کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! تو انہیں بیشکلی والی جنتوں میں لے جا جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے (بھی) ان (سب) کو (جنت میں لے جا) جو نیک عمل ہیں۔ یقیناً تو غالب و باحکمت ہے۔ اور انہیں

برائیوں سے بھی محفوظ رکھ! حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچالیا اس پر تو نے رحمت کردی اور بہت بڑی کامیابی تو یہی ہے۔“

یہ بات واضح رہے کہ فرشتے صرف انہی کے لیے دعا کرتے ہیں جو پسندیدہ اور نیک اوصاف سے متصف ہوتے ہیں ورنہ جن کے اندر نیک اوصاف نہیں ہوتے، انہیں اس بات کا تصور بھی نہیں کرنا چاہیے کہ ان کے حق میں بھی فرشتے دعائیں کریں گے، بلکہ ان کے لیے بعض اوقات وہ بددعائیں کرتے ہیں۔☆

۱۴۔ غیرت و حمیت کا خاتمہ:

گناہ کی ایک سزایہ بھی کہ اس کی وجہ سے دل کی اندر غیرت و حمیت کا آگ بجھ جاتی ہے۔ دل کی زندگی، سرگرمی اور پاکیزگی کے لیے غیرت کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا پورے بدن کے لیے حرارت کا ہونا ضروری ہے۔ اس غیرت اور اس کی سوزش اور آئج سے دل کا زنگ خود بخود اس طرح دھل جاتا ہے، جس طرح بھٹی میں سونے اور چاندی کی میل کچل دھل جاتی ہے۔

جو لوگ زیادہ شرف و عزت کے مالک ہوتے ہیں ان میں عام لوگوں کی نسبت کہیں زیادہ غیرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ غیرت ہمارے پیارے رسول جناب محمد مصطفیٰؐ میں تھی اور ان سے بھی زیادہ غیرت والی اللہ کی ذات ہے۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”اللہ سے زیادہ کوئی باغیرت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس نے ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح کی فحش کاری کو حرام قرار دیا ہے اور معافی اور معذرت جتنی اللہ کو پسند ہے اتنی کسی اور کو نہیں۔“

☆..... [اس موضوع کی تفصیلات کے لیے ہماری کتاب: انسان اور فرشتے، کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ان

شاء اللہ (مولف)]

۱۵۔ شرم و حیا کا خاتمہ:

گناہ اور معصیت کی ایک سزایہ بھی ہے کہ اس سے حیا کا مادہ ختم ہو جاتا ہے۔ جبکہ دلوں کی زندگی کے لیے شرم و حیا کا ہونا بہت ضروری ہے یہی ہرنیکی اور بھلائی کی جڑ ہے۔ اگر شرم و حیا جاتی رہے گی تو خیر اور بھلائی بھی جاتی رہے گی چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا لَمْ تَسْتَحْيَ فَأَضَعْ مَاشِئَتَ))

”جب تمہارے اندر شرم و حیا نہیں تو جو چاہو کرو۔“

یعنی جس میں شرم و حیا کا مادہ نہ رہے اس کو پھر برائی سے کوئی چیز نہیں روکتی، لہذا وہ ہر طرح کی برائی بے دریغ کرے گا۔

۱۶۔ خود فراموشی:

گناہ اور معصیت کی ایک سزایہ ہے کہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو فراموش کر دے اور اسے شیطان کا آلہ کار بننے اور اس کے ہاتھوں شکار ہو جانے کے لیے تنہا چھوڑ دیا جائے۔ جو کوئی اس صورت حال سے دوچار ہو جائے، اس کا ہلاک ہونا یقینی ہے۔ سورۃ الحشر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرجاؤ اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے قیامت کے لیے کیا بھیجا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ وہ خود اپنے آپ کو بھول گئے۔ یہی نافرمان لوگ ہیں۔“

اس آیت میں تقویٰ اختیار کرنے کے علاوہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ سے بے خوف ہو جانے والوں کی یہی سزا ہے کہ ان کی ذات کو فراموش کر دیا جائے۔ جن چیزوں سے انہیں دائمی خوشی، اطمینان نصیب ہونے والا ہوا ان سب سے اللہ چشم پوشی کر جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جس گنہگار کو تم دیکھو گے وہ سکون سے خالی اور انتشار کا شکار ہوگا۔ پریشانی کی حالت اس پر

غالب ہوگی۔ تمہیں احساس ہوگا کہ یہ اپنی مصلحتوں اور صلاحیتوں کو ضائع کر رہا ہے۔ اللہ کی یاد سے غافل ہو کر اپنی خواہشات پر چلتا ہے۔ دنیا و آخرت کی سعادتیں اس سے منہ موڑ رہی ہیں۔ عظیم لذتوں کو چھوڑ کر گھٹیا لذتوں کے پیچھے پڑا ہے!

دنیا کی لذتوں کی مثال ایسے ہے جیسے موسم گرما کا بادل یا کسی شاعر کا خواب، جس کی کوئی وقعت نہیں۔ کسی آدمی کے لیے خود فراموشی اور ذاتی تغافل سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ ایسا تغافل جس میں وہ بارگاہِ خداوندی سے میسر اپنا حصہ اور نصیبہ بھی فراموش کر جائے گویا وہ ایسی چیز چھوڑ رہا ہے جو اس کے لیے ناگزیر ہے اور بدلے میں ایسی چیز لے رہا ہے جس کی کوئی وقعت نہیں ہے ہر گرم کردہ چیز کا کوئی عوض ہو سکتا ہے لیکن اللہ کو گرم کر دو گے تو اس کا عوض دوسرا نہیں پاؤ گے۔ وہ سب کا عوض اور نعم البدل بن سکتا ہے۔ وہ اکیلا سب سے بے نیاز کر دینے کے لیے کافی ہے۔ وہ ہر کسی کو ہر کسی کے مقابلے میں پناہ دے سکتا ہے لیکن کوئی دوسرا اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دے سکتا۔ اس لیے جس کی شان یہ ہو اس کی تابعداری سے بندہ ایک لمحے کے لیے بھی بھلا کیسے غافل ہو سکتا ہے۔ اس کی یاد کیونکر فراموش کر سکتا ہے۔ لیکن جو کاہلی کرتا ہے وہ سب سے زیادہ نقصان اپنا ہی کرتا ہے۔ اگر کوئی ذات باری پر ظلم کرنا بھی چاہے تو اس کا کیا بگاڑ لے گا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ہی ظلم کرے گا!

۱۹۔ دائرہ احسان (نیکوکاری) سے اخراج:

گناہ اور معصیت کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ یہ چیز انسان کو احسان یا نیکوکاری کے دائرے سے نکال باہر کرتی ہے اور راجر سے محروم کر دیتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ احسان جب براہ راست دل میں پیوست ہوتا ہے تو برائیوں سے روک بن جاتا ہے کیونکہ جو بندہ اللہ کی بندگی اس طرح کرتا ہے کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے تو یہ شان اس میں پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ایسے مقام پر خود کو پاتا ہے جہاں اپنے پروردگار کا جمال جہاں آراء اس کو نظر آتا ہے تو گناہ کا ارتکاب تو الگ رہا گناہ کا ارادہ بھی اس کے دل سے نہیں گزرتا لیکن اگر وہ اس دائرے سے نکل گیا تو

اپنے خاص رفیقوں کی محبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ آسودہ زندگی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور کامل راحت اس کو چھو کر بھی نہیں گزرتی۔ اور اگر وہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایمان کے دائرے سے خارج کر دیتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”کوئی زانی اس وقت مومن نہیں رہتا جب وہ زنا کرنے میں مشغول ہو (یعنی زنا کے وقت ایمان سلب ہو جاتا ہے) اسی طرح کوئی شرابی اس وقت مومن نہیں رہتا جب وہ شراب نوشی میں مشغول ہوتا ہے اور کوئی چور اس وقت مومن نہیں ہوتا جب وہ چوری میں مصروف ہوتا ہے۔“

۱۸۔ نعمتوں کا خاتمہ:

گناہ کرنے کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں کی وجہ سے نعمتیں چھن جاتی ہیں اور آدمی سزا اور انتقام کی زد میں آ جاتا ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”بلا اور آزمائش صرف گناہ کی وجہ سے نازل ہوتی ہے اور توبہ کے ذریعے ہی اس کا ازالہ ہوتا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ﴾ [الشوریہ: ۳۰]

”تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کثرت کا بدلہ ہے اور وہ (اللہ) تو بہت سی باتوں سے درگزر فرماتا ہے۔“

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”میری عزت اور جلال کی قسم! میرا جو بندہ میری کسی پسندیدہ چیز پر ہوتا ہے پھر اس سے ہٹ کر ناپسندیدہ چیز کی طرف چلا جاتا ہے تو میں بھی اس کی پسندیدہ حالت کو بدل کر اسے ناپسندیدہ حالت سے دوچار کر دیتا ہوں اور جو کوئی میری پسندیدہ بات کو اختیار کرتا ہے میں بھی اس کی حالت کو پسندیدگی میں تبدیل کر دیتا ہوں۔“

۱۹۔ تنہائی:

گناہ اور معصیت سے انسان کا نفس اسی طرح حقیر ہو جاتا ہے جس طرح اللہ کے سامنے متواضع ہو کر وہ رفیع ہو جاتا ہے۔ خدا اور خلق خدا کے سامنے ان کی بزرگی میں نمایاں فرق آ جاتا ہے۔ کوئی رتبہ، کوئی درجہ اس کو حاصل نہیں ہوتا، لوگ جیسا چاہتے ہیں اس کے ساتھ سلوک کرتے ہیں اور آگے چل کر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص گم نامی، کمپری یا بدنامی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی، اپنی اہمیت دکھانے کے لیے کمزوروں کو دبا تا اور گالیاں دیتا ہے اور بڑھکیں لگا تا نظر آتا ہے تاکہ احساس کمتری ختم کر سکے۔ کسی قسم کی خوشی اس کو حاصل نہیں ہوتی اور یہ سب چیزیں اس کے دل کو خسروں کا قبرستان بنا دیتی ہیں اور اس کی ساری سرمتیں ایک ایک کر کے چھن جاتی ہیں۔

۲۰۔ برکتوں کا خاتمہ:

گناہوں کی وجہ سے عمر میں ہونے والی برکت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ روزی، علم، معرفت، عمل، کردار اور بندگی کی برکتیں مٹ جاتی ہیں اور یہی نہیں بلکہ آخرت کی برکتیں بھی مٹ جاتی ہیں۔ روئے زمین سے برکتیں تھیں ناپیدا ہوتی ہیں جب زمین والے گناہ اور معصیت میں ڈوب جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَعَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [الاعراف: ۹۶]

”اگر یہ بستی والے لوگ ایمان لاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، لیکن انہوں نے جھٹلایا، چنانچہ ہم نے انہیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔“

خلاصہ کلام:

خلاصہ یہ ہے کہ گناہ اور معصیت کی وجہ سے جب بندہ کسی دشواری، کرب یا آزمائش

میں پڑتا ہے تو اس کا دل، اس کی زبان اور اس کے اعضاء اسے دغا دیتے ہیں، مفید ترین کاموں سے گریز اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے، اللہ پر توکل کرنے کو دل آمادہ نہیں ہوتا، اس کی بارگاہ میں رونے اور گڑگڑانے پر قلب مائل نہیں ہوتا۔ اس کی زبان اس کے احساسات کی ترجمان نہیں ہوتی، دل اور زبان میں یکانگت اور ہم آہنگی کھتی چلی جاتی ہے۔ اس سے زیادہ بدترین اور تلخ حقیقت یہ ہے کہ جب اس کا آخری وقت آتا ہے تو اس گھڑی دل اور زبان اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور مرتے وقت کلمہ شہادت نصیب نہیں ہوتا۔ چنانچہ بہت سوں کو دیکھا کہ ان سے کہا گیا کلمہ پڑھو تو وہ کہہ رہے تھے: آہ! ہم سے نہیں پڑھا جا رہا!.....!

ایک سے کہا گیا کلمہ پڑھ! تو اس نے کہا شاہ اور رونخ (شرنج کے دو مہروں) نے تجھے مات دے دی۔ یہی کہتے ہوئے مر گیا۔ ایک اور کو کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ پڑھ لے تو وہ بے ہودہ گانا گانے لگا، اسی میں اس کو موت آ گئی!

ایک اور سے کہا گیا تو اس نے کہا کہ اس سے میرا کیا بنے گا؟ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں نے زندگی میں کوئی نماز بھی پڑھی ہے یا نہیں۔ یہ شخص بھی کلمہ نہ پڑھ سکا اور مر گیا! ایک شخص سے کہا گیا تو اس نے کہا میں تو کافر ہوں اسے نہیں مانتا اور میں کلمہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں تو میری زبان لپٹ جاتی ہے!

ایک بھکاری یہ کہتے مر گیا کہ اللہ کے لیے ایک پیہ دے دو..... اللہ کے لیے ایک پیہ دے دو!

ایک تاجر کی سانس اکھڑ رہی تھی لوگ کہتے تھے پڑھو لا الہ الا اللہ۔ لیکن وہ شخص کہتا تھا: یہ مال سستا ہے، وہ مال مہنگا ہے، یہ بیوپاری برا ہے، وہ بیوپاری اچھا ہے..... یہی کہتا کہتا مر گیا! نعوذ باللہ!

اللہ کی پناہ! اس کی ذات ہر چیز سے مبرا ہے۔

یہ تو وہ واقعات ہیں جن کا لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے، جبکہ کتنے ہی قصے یوں بیت جاتے ہیں اور کسی کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

درحقیقت بات یہ ہے کہ آدمی جب عروج پر ہوتا ہے اور اس کے اندر شباب اور طاقت عروج پر ہوتی ہے تو ”جوانی دیوانی“ کے مصداق اس پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ اپنی من مانی اور اللہ کی مصیبتوں میں اسے الجھائے رکھتا ہے۔ اللہ کی یاد کو اس کے دل سے بھلائے رکھتا ہے، زبان سے خدا کے نام اور اعضاء سے اس کی بندگی کو نکال پھینکتا ہے۔ اس وقت تو طاقت اور ہوش و حواس کے عالم میں اس کے اندر یہ غلاظت بھری ہوتی ہے مگر جب اس کے دن پھر جاتے ہیں، جب وہ خفیف و نزار ہو جاتا ہے تو پھر بھلا اس کے اندر سے کیا اٹکے گا؟ اس وقت تو موت کا کرب اس کے چہرے سے نمایاں ہوگا۔ شیطان اپنی پوری قوت اس کے پیچھے جموٹک دے گا اور پوری طاقت اس لیے لگا دے گا کہ یہ موقع اس سے نکلنے نہ پائے کیونکہ اس وقت کا عمل آخری عمل ہوتا ہے۔ اگر شیطان کا داؤ چل جاتا ہے تو وہ بڑا بے لگام اور شہ زور ہو جاتا ہے اور اگر نہ چلے تو اس پر اس پڑ جاتی ہے۔ ان حالات میں اگر کوئی صاحب دل اس کا زور توڑ کر نکل آئے تو بلاشبہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

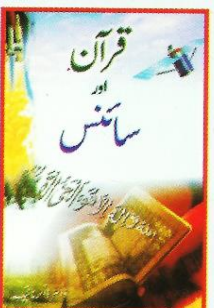
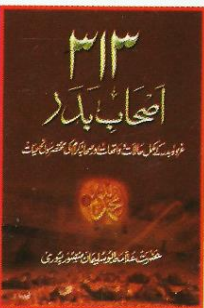
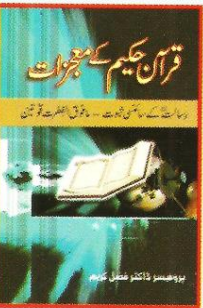
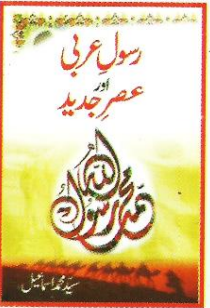
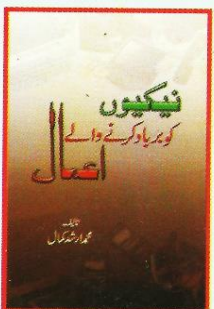
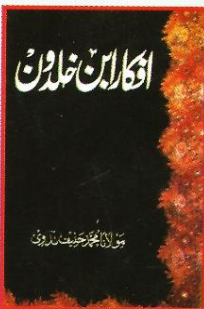
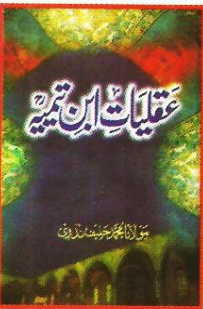
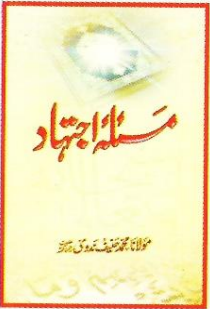
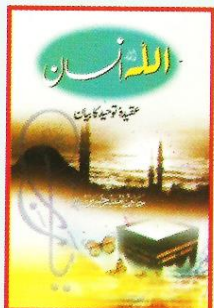
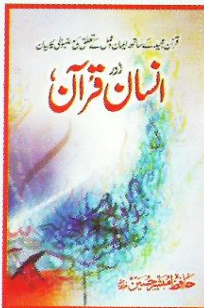
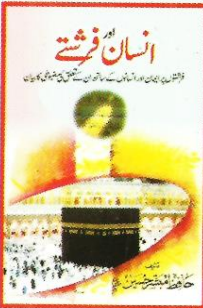
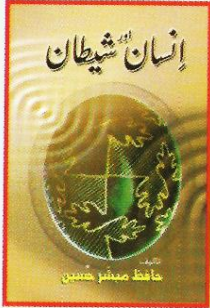
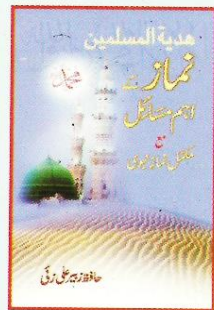
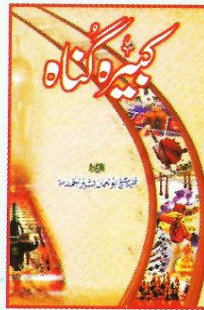
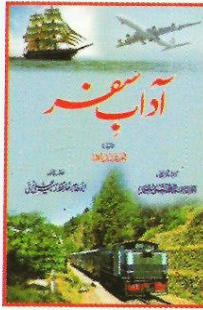
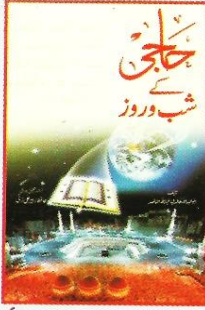
((يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ)) [ابراہیم: ۲۷]

”اللہ ایمان والوں کو کچی بات (کلمہ طیبہ) سے دنیا اور آخرت میں ثابت قدمی عطا کرتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔“



ہماری دیگر مطبوعات

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	صفحات
1	قیامت کی نشانیاں.....	150	424
2	پیش گوئیوں کی حقیقت (اور عصر حاضر میں انکی تعبیر کا منہج)	150	352
3	عاطلوں، جادو گروں اور جنات کا پوٹھ مارٹم (مع روحانی علاج معالجہ)	160	456
4	جادو، جنات اور نظر بد کا توڑ (از ابن تیمیہ)	56	136
5	اسلام میں تصور جہاد.....	160	480
6	جہاد اور دہشت گردی.....	150	428
7	اللہ اور انسان.....	90	184
8	انسان اور شیطان.....	90	248
9	انسان اور فرشتے.....	60	160
10	نماز نبوی (با تصویر).....	50	100
11	ہدیۃ العروس (از دواجی و خانگی احکام و مسائل).....	210	600
12	جہیز کی تباہ کاریاں.....	60	136
13	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور موجودہ مسلمان!.....	45	104
14	کیا موسیقی حرام نہیں؟!.....	130	180
15	جدید فقہی مسائل.....	210	424
16	انسان اور گناہ.....	200	448
17	انسان اور نیکی.....	120	184
18	ہدیۃ النساء [احکام نسواں اور تربیت نسواں]		زیر طبع
19	ہدیۃ الوالدین [اولاد اور والدین کے باہمی مسائل]		زیر طبع
20	خوشگوار ازدواجی زندگی کے اصول [میاں بیوی کے لیے]		زیر طبع
21	احکام لباس اور بے پردگی.....		زیر طبع
22	زیب وزینت اور مردہ فیشن.....		زیر طبع



اریب
پبلشرز

Rs.85/-

Areeb Publications

1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2 (India)

Ph : 23282550 e-mail : apd@bol.net.in